مہجورِ قرآن

تالیف

محمد راغب الحسن

(ایم۔ اے، اسلامیات)



منجانب: آپ کا ایک خیر خواہ بھائی

رابطہ کیلئے پتہ
پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی 74200

یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی

یَوْمُ الْحِسَابْ

یعنی قیامت کے دن جزاء وسزا کا فیصلہ ہوگا

مُحتاجِ دُعاء

میری والدہ ماجدہ

ذکیہ اقبال (مرحومہ)

زوجہ شیخ علاؤالدین

اور میرے بھائی

سُہیل اکبر شیخ مرحوم ومغفور کی

اللہ ربُّ العالمین مغفرت فرمائے اور اپنے

جوارِ رحمت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔

(آمین ثُمَّ آمین)

اَحسَن عبّاس

مَہجُورِ قُرآن

تالیف

محمد راغب الحسن

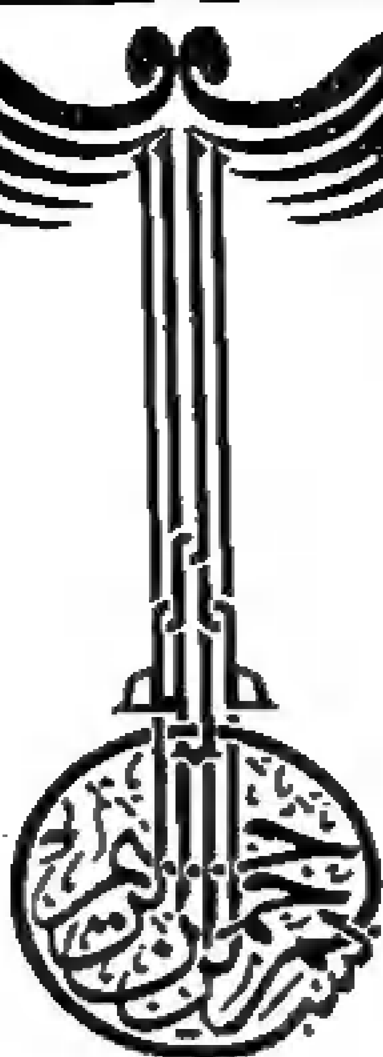
(ایم۔اے، اسلامیات)

یہ کتاب مُفت تقسیم کی گئی

منجانب

آپ کا ایک خیر خواہ بھائی

رابطہ کے لیے پتہ: پوسٹ بکس نمبر ۱۸ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰



وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ
مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا
خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ
الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ
قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾

(سُورۃُ الفرقان۔ آیت ۲۷ تا ۳۰)

اور جس دِن (عاقبت نااندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا (اور) کہے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اِختیار کیا ہوتا۔ ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اُس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔ شیطان، اِنسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔ اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اِس قُرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

فہرستِ مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مہجورِ قرآن

جب قومیں پستی میں گرتی ہیں تو اُن کی کیفیّت پہاڑ کی بُلندی سے لڑھکنے والی اَشیاء کی مانند ہوتی ہے۔ وہ گرتی چلی جاتی ہیں، بڑی تیزی سے، زخم پر زخم کھاتی ہوئی، ہڈیاں تڑواتی ہوئی، اُنہیں زمین و آسمان اُلٹ پلٹ ہوتے دِکھائی دیتے ہیں۔ حواس قابو میں نہیں رہتے کہ کسی مضبوط سہارے (عُروۃُ الوُثقٰی) کو ہی تھام کر خُود کو بچالیں۔ مُسلم قوم کی موجُودہ کیفیّت بھی ایسی ہی ہے۔ پُوری قوم پستی اور ذِلّت کے عمیق غار میں گرتی چلی جارہی ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اِس تنزّلی اور خواری سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ وقتاً فوقتاً کچھ دردمندانِ قوم اُٹھتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ بُوجھ کے مطابق علاج تجویز کرتے ہیں، لیکن صُورتِ احوال یہ ہے کہ:

مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

حکیمُ الاُمّت علاّمہ اِقبالؒ نے بہت پہلے ایک نُسخہ تجویز کیا تھا:

وُہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دِل کی
علاج اِس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

یہ آبِ نشاط انگیز کیا ہے؟ ''القُرآن'' القرآن نے اِنسانوں کو جو ضابطۂ حیات (الدّین) عطا کیا ہے اُس کو ''الاِسلام'' کہہ کر پُکارا ہے۔ مُسلم قوم کا یہ

دعویٰ ہے کہ وہ ''اَلاِسلام'' کی پیروکار ہے۔ کیا واقعی مُسلم قوم کا یہ دعویٰ دُرست ہے؟ یا اُنہوں نے محض زبانی طور پر یہ دعویٰ کیا ہُوا ہے اور اُن کے اعمال وعقائد اِس دِین کے تقاضوں کے برخِلاف ہیں...... آیئے ایک نظر جائزہ لے کر دیکھتے ہیں کہ مُسلم قوم نے آخر ایسا کون سا جُرم کیا ہے جس کی وجہ سے وہ ذِلّت اور مسکنت کا پیکر بن چُکی ہے۔

تاریخ اِسلام یا تاریخ مُسلم

''اِسلام'' کی تاریخ رقم کرتے ہُوئے مورخین نے دو بُنیادی غلطیاں کی ہیں۔ پہلی غلطی یہ کہ اُنہوں نے ''اِسلام'' کی تاریخ اور ''مُسلم قوم'' کی تاریخ کو ایک ہی شئے سمجھ لیا۔ اِس غلطی کی وجہ سے مُسلم قوم کے عرُوج وزوال کو اِصطلاحی طور پر ''اِسلام کا عرُوج وزوال'' بنا کر سمجھا اور سمجھایا گیا، جس نے بہت سی دیگر غلط فہمیوں کو بھی جنم دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ''اِسلام'' کو تو زوال ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اللہ کا عطا کردہ نا قابلِ تبدیل نِظامِ حیات ہے۔ جب سے کُرّہ ارض پر بنی نوع آدم نے شعور سنبھالا ہے اِسی واحِد نظریہ حیات کو اپنانے والوں نے دُنیا میں سرفرازیاں اور کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اِس نظریہ حیات میں ترقّی بھی ہے اور اِرتقاء بھی، معراج بھی ہے اور مدارِج بھی۔ اِس کے سوا کوئی اور نظریہ حیات اِنسان کو وہ روشنی عطا کر ہی نہیں سکتا جس میں وہ اپنے سامنے کا راستہ روشن دیکھ سکے اور بے خوف وخطر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے اور ساتھ ہی درجہ بدرجہ بُلند تر بھی ہوتا چلا جائے۔ ''مُسلم قوم'' کا نام مورخین نے اِس قوم کو

دے دیا جنہوں نے ایسے خاص مُعاشرے میں جنم لیا جہاں چند مخصوص عقائد و رسُومات کو تقدُّس کا جامہ پہنایا جاتا ہے، اور اُن عقائد و رسُومات پر عمل کرنے والوں کو احترام و عزّت کا مُستحق سمجھا جاتا ہے۔ یہ صُورتِ حال دُنیا کے دیگر مذاہب کے پیروکاروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اِس طرح ''اِسلام'' بھی دُنیا کے دیگر مذاہب کی مانند ایک مذہب بنا دیا گیا ہے اور اُس کی اِنفرادیّت و خصُوصیّت کو توہمات میں گُم کر دیا گیا ہے۔ ایک مُدّت مدید سے مُسلم قوم نے اِن اُصُولوں اور نظریات کو ترک کر رکھا ہے جو ''اَلاِسلام'' نے پیش کیا تھا۔ چُنانچہ اگر ایک خاص دَور میں مُسلم قوم نے ''اَلاِسلام'' کو اپنا لائحہ عمل بنایا تھا تو عرُوج بھی پایا تھا، لیکن جب اُنہوں نے اِس نظریۂ حیات کو چھوڑ کر دُوسرے نظریات اپنا لیے تو قوانینِ اِلٰہی کی رُو سے اُن کا زوال لازمی تھا۔ اَصل حقیقت یہ ہے کہ جس طرح زمین اناج اُگلتے وقت کسان کا خاندان، اُس کا مذہب، اُس کی نسل کے بارے میں سوال نہیں کرتی، بلکہ وہ فطری قوانین کی بُنیاد پر اناج اُگاتی ہے اِسی طرح قوانینِ اِلٰہی کی رُو سے جو قوم بھی ''اَلاِسلام'' کے اُصُولوں پر عمل پیرا ہوتی ہے اُسے کامیابی، کامرانی اور دُوسری قوموں پر بالا دستی عطا کی جاتی ہے۔

دُوسری غلطی جو مورّخین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ اُنہوں نے ''اِسلام کی تارِیخ'' یا ''مُسلم قوم کی تارِیخ'' کی اِبتداء سرزمینِ عرب میں حضرت محمّد صلَّی اللّٰہُ علَیہِ وَسلَّم کے اِعلانِ نبوّت سے کی ہے۔ جب کہ اِسلام کی بھی اور مُسلم قوم کی بھی تارِیخ حضرت اِبراہیم علیہِ السّلام سے شرُوع ہوتی ہے۔ کیُونکہ اَلقرآن کے مُطابِق حضرت اِبراہیمؑ دینِ حنیف کے مؤسسِ اعلیٰ یا بانی تھے، اور نسلِ اِنسانی کے اوّلین

اِمام بھی۔ اَلقرآن میں اللہ نے اِبراہیمؑ سے فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۝

(سُورۃُ البَقرۃ۔ آیت ۱۲۴)

اَے اِبراہیم، ہم نے تمہیں اِنسانوں کا اِمام بنایا۔

مَزید براں جب اللہ نے اِبراہیمؑ کو حُکم دِیا کہ اَسلِم، تو اُنہوں نے سَرتسلیم کر کے کہا "اَسلَمتُ لِربِّ العَالَمِین"، (سُورۃُ البَقرۃ۔ آیت ۱۳۱) قُرآنِ کَریم کے صَفحَات میں اِس عَظِیم جِدّوجہد کی دَاستان بھی موجُود ہے جِسے حضرت اِبراہیمؑ اور اُن کے رُفقاء نے قیامِ دِین کے سِلسِلہ میں سَرانجام دِیا اور اِسی وَجہ سے اَلقرآن نے وَاضح اَلفاظ میں اِعلان کر دِیا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ۝

(سُورۃُ المُمتحنہ۔ آیت ۴)

تُمہارے لئے اِبراہیم اور اُن کے سَاتھیوں میں بہترین نمونہ حیَات ہے۔

قُرآن نے اَپنی بحث کو مُختصر کرتے ہُوئے کہا:

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا ۝

(سُورۃُ الحج۔ آیت ۷۸)

تُمہارے باپ اِبراہیم کی مِلت، اُس نے تُمہارا نام مُسلمین رَکھا، اِس سے قَبل بھی اور اِس میں بھی۔

حضرت اِبراہیمؑ کے بَعد دِیگر اَنبیاءَ عَلیہم السَّلام کے بَارے میں اَلقُرآن نے کہا ہے کہ اللہ نے ہر ایک کو ایک ہی دَستُورِ حیَات عطا کِیا تھا۔ بَعد کے لوگوں

نے اِس میں تحریفات کردیں جس کے نتیجے میں اِختلافات پیدا ہو گئے۔ چنانچہ ایک کے بعد ایک نبی مبعوث ہوتے رہے تاکہ اُن اِختلافات کو ختم کر کے نسلِ اِنسانی کو ایک ہی لڑی میں پروئے رکھا جائے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ ○

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۱۳)

نوعِ اِنسانی تو ایک ہی اُمت رہی ہے، اُسی کو قائم رکھنے کے لئے اللہ نے انبیاءؑ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ بشارت بھی سنائیں اور (خلاف ورزی کے نتائج) سے آگاہ بھی کردیں، اور اُن انبیاءؑ کے ساتھ اَلکتاب بھی بالحق نازل کی تاکہ اِنسانیت کے اِختلافی اُمور کے فیصلے کردیے جائیں۔

اِس سلسلے میں حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے بارے میں اَلقرآن نے اِعلان کردیا کہ:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ○

(سورۃ الاحزاب۔ آیت ۴۰)

محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اَلقرآن نے یہ بھی بتایا کہ ہر دور میں صاحبِ اِیمان مسلمین کی جماعت نے یہی اِعلان کیا کہ:

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ
اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ
عِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

(سورۂ آلِ عمران ۔ آیت ۸۴)

ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس پر جو کچھ اُس نے ہم پر نازِل کیا ہے اور اُس پر جو اُس نے اِبراہیم، اِسماعیل، اِسحٰق، یعقوب اور اُن کی اولاد پر نازِل کیا اور جو کچھ دِیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور دِیگر انبیاء کو اُن کے رَبّ کی جانب سے۔ ہم اُن میں سے کسی ایک میں بھی تفرِیق نہیں کرتے کیونکہ ہم مُسلِمین ہیں۔

تارِیخ کے اَوراق پلٹ کر اگر ہم چند ہزار سال پیشتر کے دَور کے واقِعات کو دیکھیں تو ہم دیکھیں گے کہ اَبُوالانبیاء حضرت اِبراہیمؑ مُٹھی بھر جماعتِ مُسلِمین کو لے کر اَپنے آبائی عِلاقے ''اُور'' (موجودہ بابُل) سے ہجرت کرتے ہیں۔ اَپنے بھتیجے حضرت لُوطؑ کو قومِ سدُوم کی طرف بھیجتے ہیں۔ حضرت شُعیبؑ کے جدِّ اَمجد کو یمن کی طرف رَوانہ کرتے ہیں اور دِیگر افرادِ مُسلِمین کو بھی دُنیا کے طُول وعرض میں رَوانہ کر دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو ایک اللہ کے قوانین کے تابع بنایا جا سکے اور بنی نوعِ اِنسان کی وحدت کو پھر سے اُستوار کیا جا سکے۔ حضرت اِبراہیمؑ خُود کنعان (فلسطین) میں فروکش ہو جاتے ہیں۔ نو، دس سال کے وقفے سے آپؑ حضرت اِسمٰعیلؑ اور حضرت اِسحٰقؑ جیسے سعادت مند بیٹوں سے نوازے

جاتے ہیں۔ پھر حکمِ الٰہی کے مطابق آپؑ حضرت اِسحٰقؑ کو کنعان میں آباد کر کے خود حضرت اِسمٰعیلؑ کو لے کر مکّہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں آ جاتے ہیں۔ دونوں باپ بیٹے مِل کر اللہ کی وحی کے مطابق مکّہ میں ایک مرکزِ اِنسانیّت یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہیں، جِسے القرآن نے ''بیتُ اللہ'' اور ''بیتُ العتیق'' کے نام سے پکارا ہے۔ یہی چوکور گھر، حضرت اِبراہیمؑ سے لے کر خاتمُ الانبیاء جناب محمّد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم تک تمام نبیوں کا مرکزِ ملّت رہا ہے۔ یہ گھر صِرف مُسلِم قوم کی مِیراث نہیں بلکہ القرآن نے صاف صاف لفظوں میں اِعلان کر دِیا ہے کہ:

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ ۝ ...... لِّيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ ۝

(سُورۃُ الحج۔ آیت ۲۷۔۲۸)

اور اِنسانوں میں اِعلان کر دو کہ وہ حج کریں...... تاکہ دیکھ لیں کہ اُن کے نفع رسانی کے لئے کیا کچھ ہو رہا ہے۔

نوعِ اِنسانی کی فلاح و بہبود اگر ممکن ہے تو اُسی مرکز سے مُتمسّک رہنے میں ہے۔ یہی مرکزِ اِنسانیّت ہے اور یہی وحدتِ اِنسانی کی علامت ہے۔ تاریخ کے صفحات ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک طرف حضرت اِسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اولادیں اُمورِ جہانبانی اور قوموں کے عُروج و زوال کے اِلٰہیاتی قوانین کی تفسیر بنے ہُوئے تھے اور دُوسری طرف حضرت اِبراہیمؑ کے فرزندِ اکبر حضرت اِسمٰعیلؑ اور اُن کی اولاد، عظیم ترین قُربانی (ذِبحِ عظیم) کا مُظاہرہ کرتے ہُوئے مکّہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں مرکزِ اِنسانیّت یعنی خانہ کعبہ کی خُدامی میں مصروفِ کار تھے۔ ساتھ ہی مشیّتِ اِلٰہی بنی اِسمٰعیلؑ کی لسانی لیاقت اور اِظہار و بیان کے لئے اُن کی

صلاحیتِ نطق کو درجۂ کمال کی منزلیں سر کرا رہی تھی۔ ایک ایسی زبان تیار کی جا رہی تھی جو آنے والی تمام انسانی نسلوں کے لیے رہتی دُنیا تک الفاظ و بیان و تاثر کے ناقابلِ تبدیل معنی و مفہوم فراہم کرسکیں۔ یہ ایک عظیم ترین مقصد تھا۔ چُنانچہ اِس عمل کو خالص رکھنے کے لئے مُشیّتِ الٰہی نے قومِ بنی اِسمٰعیلؑ کو ساری دُنیا کے نظامِ ہائے سلطنت و مُعاشرہ سے بالکل اَلگ تھلگ رکھّا ہُوا تھا۔ نہ تو اُنہوں نے خُود کسی حکومت یا حکُومتی نظام کی تشکیل کی تھی اور نہ کوئی بیرونی حاکمیّت اُن پر مُسلّط تھی۔ وہ سادہ، خالِص، جفاکش اور دو ٹوک زِندگی کے حامِل تھے۔ سر پر کھلا آسمان، دِن میں آگ برساتا ہُوا سُورج، بادِ سمُوم اور بادِ صرصر کے جھونکے، آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ریت کی چمک، پتّھروں کے بنے ہُوئے سیدھے سادھے مکانات یا کپڑوں اور کھالوں سے بنے ہُوئے خیمے، جو ہر اُس جگہ نصب کر دیے جاتے تھے جہاں پانی کا کوئی ذخیرہ دِکھائی دیتا۔ عام اِستعمال کی اشیاء میں مٹّی، پتّھر یا لکڑی کے برتن، تلواریں، نیزے، تیر و کمان، گھوڑے اور اُونٹ یا گلّہ بانی کے لئے بھیڑیں اور بکریاں، یہی اُن کی کُل کائنات تھی۔ تجارت کی غرض سے جب وہ مُلکِ شام، یمن، مِصر اور افریقہ کے چکّر لگاتے تو راستے میں تباہ شُدہ قوموں کے کچھ کھنڈرات اُنہیں نظر آتے۔ اُن کے قافلے عمُوماً راتوں میں سفر کرتے۔ صحراؤں میں نہ کوئی نشانِ راہ ہوتا ہے اور نہ کوئی پگڈنڈی یا راستہ۔ صحراؤں کی چیختی ہوائیں اِدھر کے ٹیلوں کو اُدھر اور اُدھر کے ٹیلوں کو اِدھر کرنے میں مصرُوفِ کار رہتیں، ریت پر کوئی نشان سلامت نہ رہنے دیتیں۔ اِس کے باوجُود اُن کے قافلے بہ آسانی ستاروں کی راہنمائی میں اپنی منزل کی سمت

مُتعیّن کرلیتے۔ اِس علم میں اُنہیں کمال حاصل تھا۔ یہی علم سمندری سفر میں بھی اُن کے کام آتا تھا۔

یہ تھے بنی اِسمٰعیل کے سادہ طبیعت فرزند، جن میں مردانہ اوصاف بہ تمام وکمال موجود تھے۔ لسانیات میں اُن کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے مقابلے میں باقی تمام دُنیا کو گونگا (عجمی) قرار دیتے تھے۔ ماہرینِ لسانیات آج بھی انگشتِ بدنداں ہیں کہ چودہ صدیاں پہلے اِس قدر سائنٹیفک زبان کس طرح وجود میں آگئی تھی کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی دوسری زبان اِس عربی زبان کا مُقابلہ نہیں کرسکتی، جس میں قرآنِ کریم نازل ہُوا ہے۔ اُن کی زبان اگرچہ اُنہی مادوں پر گردش کرتی تھی جن سے اُن کا روز مرّہ کا سابقہ تھا۔ لیکن اُن کے یہاں الفاظ کے ابواب اور فصل کی تعداد بے حد وانتہا ہے اور ہر نئے لفظ میں ایک نیا پہلو اور نئی دُنیا نظر آتی ہے۔

لُطف کی بات یہ ہے کہ کوئی لفظ اپنے مادہ کے بنیادی معنٰی سے الگ نہیں ہوتا۔ زبان کی وُسعت اور جامعیّت کا یہ عالم ہے کہ صرف اُونٹ کے لئے ۵۷۴۴ الفاظ ہیں، تلوار کے لئے (۱۰۰۰) الفاظ اور شیر کے لئے (۵۰۰) الفاظ اِستعمال ہوتے ہیں۔

ماہرینِ لسانیات بتاتے ہیں کہ سنسکرت اہلِ ہنود کی قدیم ترین زبان ہے اور اُن کے یہاں سُورج کی پُوجا بھی ہوتی ہے۔ لیکن سُورج کے لئے اُن کے پاس صرف (۳۷) الفاظ ہیں جب کہ عربوں کے یہاں صرف شہد کے لئے (۸۰) الفاظ موجود ہیں۔ کسی بیرونی طاقت کے زیرِ اثر نہ ہونے کے باعث

عربوں کی زبان خالص ترین تھی۔ اُنہوں نے کسی دُوسری زبان کے الفاظ کو قبُول ہی نہیں کیا تھا۔ معدُودے چند الفاظ جو اُنہوں نے عبرانی یا فارسی زبانوں سے لئے تھے اُن میں بھی جامعیت اور وسعتِ معنیٰ کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ عربی زبان کی جامعیت کا یہ حال ہے کہ آج بھی دُنیا کی دیگر زبانوں میں اِس زبان کے ایک لفظ کا مفہوم واضح کرنے کے لئے کئی کئی جملے بھی ناکافی ہوتے ہیں۔

گویا آج سے پندرہ صدیاں پیشتر ہی عربی زبان اِس قدر وسیع، جامع اور ہمہ گیر بن چکی تھی کہ سادہ الفاظ میں بلند ترین حقائق اور عمیق ترین نکات کا بیان صرف اِسی زبان میں ممکن تھا۔ نہ تو اُس دور میں اور نہ ہی آج کے دور میں، کوئی بھی زبان اِتنی سائنٹیفک بنیادوں کی حامل ہوسکی ہے اور نہ ہی کوئی زبان اِس قابل ہوئی ہے کہ اُس میں اِس قدر وسعتِ معنیٰ اور ہمہ گیری ہو جتنی کہ عربی زبان میں اُس وقت تھی، جب قرآنِ کریم کا نزول ہوا...... اِس مرحلے پر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مشیتِ الٰہی کی تقدیر کا وہ پیمانہ لبریز ہوچکا تھا جہاں بنی نوع آدم کو وہ مکمل ضابطۂ حیات عطا کیا جانا تھا، جس کے بعد انسانیت کو مزید کسی شئے کی احتیاج نہ تھی۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (سُورۂ یٰس۔ آیت ۳۸)

چنانچہ عربی زبان کی بھرپور لسانی صلاحیت اور سرزمینِ عرب کے ایک خطّے کو اِس مقصدِ عظیم کے لئے منتخب کیا گیا جہاں کی تہذیب اور سیاسی صورتِ حال سادہ ترین کیفیت میں تھی، اور اِس پر کسی طرح کا بیرونی اثر نہ تھا۔ ذُرّیتِ ابراہیمؑ میں سے اُس فرد پر اِس پیغام کی رِسالت و نفاذ کی ذِمہ داری ڈالی گئی، جس کی امانت و صداقت پر کوئی اِختلافِ رائے نہ تھا۔ یہ فرد، ختم المرتبت حضرت

مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم تھے، جنہوں نے اِس عظیم ترین ذِمّہ داری کو اِس طرح بطریقِ احسن پایۂ تکمیل تک پہنچایا کہ ملائکِ ارضی و سماوی نے بھی وجد میں آکر ربُّ العالمین سے کہا ہوگا کہ بلاشبہ تیرا یہ قول آج سمجھ میں آیا کہ:

اِنِّیٓ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

(سُورۃُ البقرۃ۔ آیت ۳۰)

مَیں ہی اِس بات کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے۔

حضرت مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اِعلانِ نبوّت کے بعد ۲۳ سال کی مختصر ترین مُدّت میں جو انقلاب برپا کیا اُس کی نظیر نہ کبھی پیش کی جاسکی ہے اور نہ آئندہ کبھی پیش کی جاسکے گی۔ فتوحاتِ ارضی سے قطع نظر جو اُصول و نظریات کتابِ الٰہی اور نبی آخرُ الزّماں ﷺ کے "اُسوۂ حسنہ" نے دُنیا کو عطا کئے اُن کا مختصر ترین الفاظ میں اگر اظہار کیا جائے تو القرآن کے الفاظ میں یوں ہوگا:

وَاَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا ○

(سُورۃُ الزُّمر۔ آیت ۶۹)

زمین اپنے نشو ونما دینے والے کے نور سے جگمگا اُٹھی۔

ہمارے پیشِ نظر اب وہ اسباب ہیں جو قومِ مُسلم کے زوال اور ذِلّت کا سبب بنے ہیں۔ "الاِسلام" یا "الدِّین" جو اللہ نے بنی نوعِ آدم کو آخری اور مکمل ترین ضابطۂ حیات کے طور پر عطا کیا، پُورے کا پُورا القرآن میں محفوظ ہے اور اِس ضابطۂ حیات کو جس ہستی ﷺ نے عملاً نافذ کر کے دِکھایا اُن کا اُسوۂ حسنہ بھی اِسی القرآن کے اندر ہے...... مُسلم قوم نے اپنے اوّلین دور میں تو اُن

دونوں کی اَصلی ہیئت کو برقرار رکھا اور اِسی وجہ سے دُنیا میں کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کیں، کائناتی اَشیاء کی تحقیق اور اُن کی تسخیر کے لئے بھی قدم آگے بڑھائے۔ دُنیا کی دُوسری اَقوام نے ان کی برتری تسلیم بھی کی۔ لیکن بعد میں اُنھوں نے اِس ضابطہ حیات پر اپنی گرفت ڈھیلی کردی، ساتھ ہی اللہ کے آخری رسول ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو بھی چھوڑدیا۔ جس کے نتیجے میں اُن کو زوال و اِنحطاط کا سامنا کرناپڑا اور اَب تو ذِلّت وپستی کی اِنتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ جب کہ اللہ نے وَاضح طور پر کہہ دیا تھا کہ:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٨﴾

(سُورۂ یُونس۔ آیت ۵۷۔۵۸)

اَے بنی نوعِ اِنسان! تُمہارے پاس تُمہارے رَبّ کی طرف سے نصیحت اَور دِلوں کے اَمراض کے لئے شفاء آچکی ہے، یہ ہِدایت اَور رَحمت ہے مومنین کے لئے۔ کہہ دیجئے کہ یہ صرف اللہ کے فَضل و رَحمت کے سبب ہے چنانچہ اُس کے لئے خُوشیاں مناؤ۔ یہ اُن تمام اَشیاء سے بہتر ہے جو تُم جمع کرتے ہو۔

چُنانچہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ۝

(سُورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۰۳)

اَور اللہ کی رَسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

اور رسولِ کریم ﷺ کے بارے میں کہہ دیا کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○

(سُورۃُ الاحزاب۔ آیت ۲۱)

بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں بہترین نمونہ حیات ہے۔

ایک عام مُسلم یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ عامۃُ المُسلِمین نے عمُوماً اور مذہبی پیشوایان نے خصُوصاً اسلام کی ان دو بُنیادوں کو کبھی فراموش نہیں کیا اور اب بھی اُٹھتے بیٹھتے ''قرآن وسُنّت'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو بُھلا دیا ہے؟ لیکن مُسلِم قوم کی زبُوں حالی اور ذِلّت و پستی زبانِ حال سے پُکار پُکار کر یہ کہہ رہی ہے کہ ایسا ہُوا ہے اور یقیناً ہُوا ہے، ورنہ اللہ ایسا نہیں ہے کہ اپنے قانُون کو تبدیل کر ڈالے...... کیسے؟ آیئے دیکھتے ہیں:

قرآن کا چیلنج

اَلقُرآن نے سب سے پہلے تمام نوعِ انسانی کو للکار کر پُکارا کہ اِس قرآن جیسی کتاب بنا لاؤ خواہ تمام جنّ و اِنس مل کر یہ کام کر لیں:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

(سُورۃُ بنی اسرائیل۔ آیت ۸۸)

کہہ دو کہ اگر تمام جنّ و اِنس اِس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا

قرآن بنا لائیں تب بھی وہ ایسا نہیں کر سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

یہ نہیں کر سکتے تو اس قرآن کی دس سورتوں جیسی دس سورتیں بنا لاؤ:

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝١٣

(سورۃ ھود۔ آیت ۱۳)

کہہ دو کہ تم اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جن کی مدد چاہو لے لو، اگر تم سچے ہو۔

یہ بھی نہیں کر سکتے تو ایک ہی سورۃ بنا لاؤ:

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝٢٣

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۳)

اور اگر تم اس شئے کے بارے میں الجھن رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ اور اس کام کے لئے اللہ کو چھوڑ کر اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

یہ کام بھی تمہارے بس کا نہیں، چلو ایک حدیث ہی بنا لاؤ:

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ۝٣٣ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝٣٤

(سورۃ الطور۔ آیت ۳۳۔۳۴)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ

لوگ اِس طرح ایمان والے بن ہی نہیں سکتے، تو یہ لوگ ایسی کوئی حدیث ہی بنا لائیں، اگر یہ سچے ہیں۔

اَلقُرآن کے اِس کھلے چیلنج کو چودہ صدیاں گزر چکی ہیں لیکن اَدبی اور معنوی لحاظ سے آج تک اِس کا جواب کسی سے ممکن نہ ہو سکا۔ لیکن...... مُسلِم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کیا کیا؟ کہا، یہ کون سا مشکل کام ہے۔ اُنہوں نے عقیدہ وضع کیا کہ وحیِ اِلٰہی کی دو قسمیں ہیں، ایک ''وحیِ متلوّ'' (تلاوت کی جانے والی وحی) جو کہ قرآن ہے۔ اور دوسری ''وحیِ غیر متلوّ'' جو رسول اللہ ﷺ کے زائد از قرآن اقوال ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ڈھائی سو سال بعد زبانی روایات کو جمع کیا اور کہا کہ یہ ہے قرآن کی مِثل، قرآن کے ساتھ (مِثْلُهٗ مَعَهٗ) ...... جو دعویٰ اللہ نے بطور چیلنج پیش کیا تھا اس کو مذہبی پیشواؤں نے توڑ کر دکھا دیا ...... یہ مذہبی پیشوائیت کہاں سے مُسلِم قوم میں در آئی اور اُن کے عزائم کیا تھے؟ اِس کو بھی ساتھ ساتھ دیکھتے چلتے ہیں......

مذہبی پیشوائیت

جس زمانے میں قرآنِ کریم نازل ہُوا تھا، اُس زمانے میں جو قومیں اس امر کا دعویٰ کرتی تھیں کہ اُن کے پاس ضابطۂ اِلٰہی موجود ہے وہ یہودی اور نصرانی تھے۔ چنانچہ اُن کی تفریحات اور تکفیرِ دین کے رویوں سے متعلق اَلقُرآن میں تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ اُن کے غلط نظریات کی نشاندہی کی گئی ہے اور اُن نظریات کے مقابلے میں صحیح نظریات دیئے گئے ہیں۔ اِسلام کے بنیادی اغراض و مقاصد کے بارے میں سابقون اوّلون کے دل و دماغ میں کوئی ابہام

نہ تھا، اور اُن کی ہی کوششوں کے باعث دُوسری قوموں کے مظلوم افراد نے اُس دِین کو اپنانے میں بے پناہ اِشتیاق کا مُظاہرہ کیا۔ اِیران کی فتح کے بعد ساسانیوں کی صدیوں سے قائم شُدہ تہذیب اور قومی شناخت کو شدید دھچکا پہنچا۔ اُن کے اکابرین اور دانش وروں نے ہوا کا رُخ دیکھ کر بظاہر تو خاموشی اختیار کرلی، لیکن اُنہوں نے تمام عِلمی کاوِشوں کا زور لگا دیا تاکہ وہ اپنی صدیوں سے قائم شُدہ رِوایات اور قومی شناخت کے دیگر پہلوؤں کو برقرار رکھ سکیں۔ چُنانچہ اِسلام قبول کرلینے کے باوجود اُنہوں نے اپنی تمدّنی زندگی کے رَسم و رِواج کو نہ صِرف باقی رکھا بلکہ کوشش اِس بات کی کرتے رہے کہ کتابِ اِلٰہی کی ایسی تاوِیلات کی جائیں جس کے ذریعہ اُن کی مخصوص تمدّنی اور معاشرتی زندگی کی عادات و اطوار کو سند حاصل ہوجائے۔ اِس مقصد کے لئے اُنہوں نے مروجّہ زرتشتی مذہب کے بُنیادی تصوّرات، مثلاً خُدا، نماز، دَرُود، رِسالت، عِبادت، عذاب، ثواب، قیامت وغیرہ کے تصوّراتی عقائد کو عین اِسلامی ثابت کرنے کے لئے بے پناہ عِلمی دلائل اور دانش ورانہ صلاحیتوں کا اِستعمال کیا۔ اِس کے عِلاوہ دورِ بنوعبّاس میں یُونان کے بہت سے فلسفیوں کی تحریروں کے عربی ترجمے کئے گئے۔ اِن سازشی عناصر نے ان فلسفیانہ تصوّرات کو بھی عام کیا تاکہ نئی نسل اِن عِلمی موشگافیوں سے مرعُوب ہوکر نئے تصوّرات کو قبول کرلے۔ اِن کاوِشوں کا نتیجہ یہ نِکلا کہ خُود عربی زبان کے الفاظ یُونانی اور اِیرانی تصوّرات و عقائد میں رنگے گئے۔ دُوسری طرف شِکست خوردہ یہودیوں اور نصرانیوں نے سابقُون اوّلُون کی اولادوں اور نئی نسل کے نوجوانوں میں اِسرائیلی عقائد پیوست کرنے

شرُوع کر دیئے۔ خُود عربوں کی یہ حالت تھی کہ وہ عملی زندگی کے خُوگر تھے اور قُرآنِ کریم سے پیشتر اُن کے یہاں کسی نثری کتاب کا سُراغ نہیں ملتا۔ دورِ نبوی ﷺ میں بھی اور خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی اُن کی زندگیوں کا محور صرف اَلقرآن تھا۔ دورِ ازکارِ تاویلات، علم الکلام اور فلسفیانہ تصوّرات سے اُن کا کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ چُنانچہ نئے اور ناپختہ ذہنوں کے مالک نئی نسل کے نوجوانوں کی آنکھیں اِن نئی تاویلات کی چمک دمک سے خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ اُنھوں نے نہ صرف یہودیوں اور نصرانیوں کی اِن تحریف شُدہ کہانیوں کو سچ سمجھ لیا جو وہ انبیائے سابقہ کے بارے میں سُنایا کرتے تھے، بلکہ ایرانی تمدّن کی شان وشوکت اور عیش وعشرت کی زندگیوں میں بھی بھرپور دلچسپی لی۔ غیروں کی یہ سازشیں اِس لئے بھی تیزی سے کامیاب ہوئیں کہ خُود عربوں میں سیاسی چپقلش چل پڑی تھی اور عرب قومیّت کا ایک بُت کھڑا ہو چُکا تھا۔ یہ اُن افراد کی کوششوں کا ثمرِ زہر آلود تھا جن کے مُفادات کو اسلام کے غلبے کے باعث شدید نقصان پہنچا تھا۔ اُن افراد میں عرب کے رؤسا اور سردارانِ قبائل پیش پیش تھے۔ اُنھوں نے خلافتِ راشدہ کے آخری ایّام میں ملوکیّت کے قیام کی راہیں ہموار کیں تاکہ اُن کی کھوئی ہُوئی ساکھ بحال ہو جائے اور اُن کے مُفادات کی راہ میں کوئی رُکاوٹ بھی نہ حائل ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صُورت صرف اُسی وقت ممکن ہو سکتی تھی جب دین کے حقیقی تصوّرات نگاہوں سے اوجھل کر دیئے جائیں اور اُن کی جگہ بے رُوح نام نہاد عبادات اور بے مقصد عقائد کو دے دی جائے۔ چُنانچہ ایرانی دانشوروں اور یہود ونصاریٰ کی کوششوں کو تقویّت حاصل ہُوئی اور

وہ اپنے مقاصد میں اِس قدر کامیاب ہوئے کہ اہلِ عرب جن الفاظ کو اپنی سادہ اور خالص زندگی کی مختلف اشیاء و تصوّرات کے لئے استعمال کرتے تھے اُنہی الفاظ کو یونانی اور زرتشتی دیومالائی تصوّرات کے اظہار کے لئے استعمال کرنے لگے۔ ساتھ ہی مال و دولت کی فراوانی اور تن آسانی کی زندگی نے اُن کو عملی جدّوجہد کی جفاکشی اور مقصدِ حیات کی بلندی دونوں سے دُور کردیا۔ عامۃُ النّاس نے بھی اپنی عافیت اِسی میں سمجھی کہ جو آوازیں بلند و بالا محرابوں اور دانش مندی کے بالاخانوں سے اُٹھ رہی ہیں اُنہی پر آمنا و صدقنا کہہ کر اپنے مفادات کا تحفّظ کرلیا جائے۔

تاریخ کے مطالعے سے ہمیں یوں دکھائی دیتا ہے کہ ملوکیّت کے قائم ہوتے ہی جیسے کسی اَن دیکھے ہاتھوں نے عربوں کی علمی شمعیں گُل کردیں اور کوفہ و بغداد کے عجمی دانشوروں نے علمی ترقّی اور اُس کی ترویج و اشاعت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی۔ نتیجہ ظاہر ہے ...... ہمارا تمام تر علمی سرمایہ کُتب جو وصالِ نبوی ﷺ کے تقریباً ڈھائی سو سال بعد مرتب ہوا، اُس کے تمام مولّفین و مصنّفین غیر عرب تھے ...... یہ بنوعباس کا زمانہ تھا اور ایرانی و یہودی دانشوروں کی کھیپ کی کھیپ بغداد، کوفہ و دمشق کی گلیوں اور کوچوں میں سرگرم عمل ہوچکی تھیں۔ خود شاہی خاندانوں میں خاندانِ برامکہ نے عملاً اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ وہ جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے اور جن نظریات کو چاہتے تھے فروغ دلاتے تھے۔ اِسی زمانے میں عربی لُغات اور صرف و نحو کے اُصول مرتّب کئے گئے، علمُ الکلام اور علمُ الحدیث کے فن ایجاد کیے گئے اور کُتب سیر و تاریخ لکھی

گئیں۔ مُصنّفین اور مؤلفین میں انانیّت پسندی اور مصلحت اندیشیِ وقت کا جذبہ بدرجۂ اُتم موجود تھا، جس کے زیرِ اثر اُنہوں نے اپنے مخصوص دَور کے مُعاشرتی، مُعاشی اور تمدّنی اقدار کو عین اِسلام ثابت کرنے کے لئے ہر مُمکن تاویلات سے کام لیا۔ اِس کوشش میں اُنہوں نے عربی لِسانیات کو ایسا رنگ دے دِیا جو زرتشتی اور اِسرائیلی نظریات سے ہم آہنگی اور مُطابقت رکھتی تھیں۔ اُس وقت مُخالفِ دِین قوّتیں بہت مضبُوط اور مُنظّم ہو چکی تھیں اور تن آسان و سہل پسند افرادِ قوم نے بھی اپنے مُفادات اِسی میں دیکھے کہ اِن قوّتوں کی حمایت کریں۔ چُنانچہ رفتہ رفتہ زِندگی کے ہر شُعبے میں وُہی اُصول و نظریات پروان چڑھتے گئے جو قرآنی اقدار کے مُنافی تھا لیکن قرآنی الفاظ کو خُود ساختہ معنی اور مفہوم کا لِباس پہنا کر اِن نئے اُصول و اقدار کے لئے جواز فراہم کیا گیا۔ یہ کام اِس قدر آسان نہ تھا بلکہ مُنظّم و مربُوط سازِشوں کا جال پھیلایا گیا اور بات بات پر قالَ قالَ رسُول اللہ ﷺ کہنے والوں کا ایک جمِّ غفیر تیار کیا گیا۔ اِس طرح غیر قرآنی اقدار اور عربی لِسانیات کو نیا رنگ دینے کے ہر طریقے کو رسُولِ اکرم ﷺ کا قول ثابت کرنے کی بھرپُور کوشش کی گئی۔ اِس پُرزور سیلابِ بلا کے آگے بند لگانے کی کوششیں بھی لازماً ہُوئیں، لیکن پانی سر سے اِتنا اُونچا گزر رہا تھا کہ ہر مُثبت کوشش تِنکوں کا ڈھیر بن کر بہہ گئی۔ بعد کی نسل نے اِن خُود ساختہ عقائد و معنی پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی اور یہ عقیدہ راسخ کر دیا گیا کہ یہ سب فرمانِ رسُول ﷺ اور فرمانِ صحابہؓ ہیں جن سے سرتابی اور اِختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ اُس وقت سے آج تک اہلِ عرب بھی الفاظِ قرآنی کا وُہی مفہوم لیتے ہیں جو عجمی فلسفیوں

اور دانشوروں نے متعین کر دیا تھا، اِس سے اَلگ ہو کر وہ بھی نہ کچھ سوچ سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اِس طرح اَلقرآن کو "مہجور" یعنی خود ساختہ نظریات کا پابند بنا کر رکھ دِیا گیا ہے۔ بہلاوے اور تسلّی کے لیے "تجوِید، حسنِ قرأت، ناظرہ" وغیرہ کی اِصطلاحات وضع کر لی گئی ہیں تاکہ یہ بدنصیب قوم اِن گردابوں میں پھنسی رہے اور گا گا کر اور جھوم جھوم کر اِس کتابِ عظیم کو پڑھتی رہے اور اِس کے مقصد و مفہوم تک رسائی کی کبھی کوشش نہ کرے۔ عربی لسانیات کے مطابق زمانۂ نزولِ قرآن میں "مہجور" اُس اُونٹ کو کہتے تھے جس کے چاروں پاؤں باندھ کر اُسے حرکت کرنے سے روک دِیا گیا ہو۔ اَلقرآن کی حرکت اور اِرتقاء کو بھی اِسی طرح "مہجور" بنا دِیا گیا۔

مہجورِ قرآن

کیا واقعی مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے اَلقرآن کو خود ساختہ نظریات کا پابند یعنی "مہجور" بنا دِیا؟ اِس اَمر کا ثبوت خود قرآن میں موجود ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰

(سُورۃ الفرقان۔ آیت ۳۰)

اور رسول ﷺ کہیں گے کہ اَے میرے رب! بِلاشُبہ میری قوم نے اِس قرآن کو مہجور بنا رکھا تھا۔

اِس مقصد کے لیے کیا یہ گیا کہ اَلقرآن کے تمام بنیادی اُصول و نظریات کو تبدیل کر دِیا گیا اور اِسلام کو محض چند رسومات کا مجموعہ بنا کر پیش کِیا گیا۔ اَلقرآن کا 'اللہ'، 'خُدا' میں بدلا گیا جس کا تصوّر ایک مطلق العنان اور قواعد و

قوانین سے بے پروا ایک شہنشاہ کی مانند ہے۔ القرآن کی 'صلوٰۃ'[1] 'نماز' سے بدل گئی جو قائم نہیں کی جاتی بلکہ پڑھی جاتی ہے۔ القرآن کے وسیع نظامِ 'زکوٰۃ' کو ڈھائی فیصد کی بھیک میں تبدیل کیا گیا۔ مختصر یہ کہ ایک ایک قرآنی شق کے تصوّرات و مفاہیم کو تبدیل کر کے پورے القرآن کو 'مہجور' بنا دیا گیا۔ اس کے عطا کردہ 'الدّین' کو 'مذہب' میں بدل ڈالا گیا۔ اس طرح 'اسلام' ایک عملی نظامِ حیات کی بجائے چند بے نام عقائد اور خوش فہمیوں کے تقدّسات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اس پر بھی بس نہ ہوا تو مسلم قوم پر آخری ضربِ کاری ''تصوّف'' کے عقائد کی لگائی۔ جس کے نتیجے میں رہبانیت اور الحاد نے جنم لیا۔ ایسے ایسے دورازکار یونانی، ایرانی اور ہندوی فلسفیانہ تصوّرات کے زہریلے انجکشن اس قوم کو لگائے گئے کہ اب اس کا جان بر ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

---

[1] **صلوٰۃ:** قرآنِ کریم کی ایک خاص اصطلاح ''اقامت صلوٰۃ'' ہے جس کے عام معنی نماز قائم کرنا یا نماز پڑھنا کئے جاتے ہیں۔ لفظ صلوٰۃ کا مادہ (ص۔ل۔و) ہے، جس کے بنیادی معنی کسی کے پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں۔ اس لئے صلوٰۃ میں قوانینِ خداوندی کے اِتباع کا مفہوم شامل ہو گا۔ بنابریں، اقامت صلوٰۃ سے مفہوم ہو گا۔ ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام جس میں قوانینِ خداوندی کا اتباع کیا جائے۔ یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے۔ نماز کے اجتماعات میں قوانینِ خداوندی کے اتباع کا تصوّر، محسوس اور سمٹی ہوئی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے قرآنِ کریم نے اس اصطلاح کو ان اجتماعات کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ قرآنی آیات پر تھوڑا سا تدبّر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ کس مقام پر ''اقامت صلوٰۃ'' سے مراد اجتماعات نماز ہیں اور کس مقام پر ''قرآنی نظام یا معاشرہ کا قیام۔'' (ادارہ)

ارض وسماء کی تحقیق

دُوسری قوموں نے تو القرآن کے سماجی اور اقتصادی اُصولوں کو براہِ راست نہیں اپنایا بلکہ مشاہدات و تجربات یا (Trial and Error) کی بُنیاد پر علم و عقل کی روشنی میں چند ایک ایسے اُصولوں پر چل رہے ہیں جو قرآنی اُصولوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اُن کے معاشرے میں چند خوشگوار پہلو اِنہی اُصولوں کے باعث نظر آتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اِسی سلسلے میں کہا ہے کہ

ہر دو امیرِ کارواں، ہر دو بہ منزلے رساں
عقل بہ حیلہ می بُرد، عشق بُرد کشاں کشاں

یعنی دونوں ہی کاروانِ انسانیت کی رہنمائی کر کے اُن کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، فرق اِتنا ہے کہ عقل مشاہدات اور تجربات کی بُنیاد پر یہ کام کرتی ہے جب کہ عشق یا ایمان ایک ہی جست میں منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ دُنیا کی دیگر اقوام نے ارض و سماء میں موجود اللہ کی نشانیاں (آیاتِ الٰہی) پر محنت کر کے مادی ترقی حاصل کر لی ہے اور اب وہ اِس راہ میں مسلسل آگے ہی بڑھتے چلے جا رہے ہیں، بلکہ اِس مخصوص راہ میں وہ دُنیا کی اِمامت کا فرض انجام دے رہے ہیں۔ مسلم قوم نے یہ بھی نہیں کیا، جب کہ القرآن نے واضح طور پر کہا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ

لَكُمُ الْأَنْهٰرَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ
وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾

(سُورۃ اِبراہیم۔ آیت ۳۲ تا ۳۴)

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی اور بلندی سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ پھل اُگائے جو تمہارا رزق ہیں۔ اور اس نے تمہارے لئے کشتی کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے پانی پر رواں دواں رہتی ہے، اور تمہارے لئے اُس نے دریاؤں کو مسخر کر دیا۔ پھر تمہارے لئے اُس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا جو ہر وقت رواں دواں رہتے ہیں اور اُس نے تمہارے لئے دن اور رات کو مسخر کر دیا۔ اُس نے تمہیں ہر وہ کچھ عطا کیا جس کی تم نے خواہش کی۔ اگر تم اُس کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو نہیں کر سکتے، بلاشبہ انسان کی سرشت میں بے انصافی اور ناشکرا پن ہے۔

دُوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے کہ

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ
عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٢٠﴾

(سُورۃ لقمان۔ آیت ۲۰)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں میں موجود ہر شَے کو تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے اور اِس طرح اپنی تمام ظاہری اور پوشیدہ

نعمتوں سے تمہیں نوازا ہوا ہے۔ پھر انسانوں میں ایسے بھی ہیں جو بلا علم، ہدایت اور روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

اِس طرح کی آیات اَلقرآن میں بے شمار جگہوں پر موجود ہیں جہاں اللہ نے بڑے فخریہ انداز میں اپنی تخلیق ارض وسماوات کا تذکرہ کیا ہے۔

عُلماء کون ہیں؟

اَلقرآن نے عُلماء کا لفظ اِنہی لوگوں کے لئے اِستعمال کیا ہے جو آسمانوں اور زمین اور اُن میں موجود اشیاء پر غور وفکر کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

(سُورۃُ الرُّوم۔ آیت ۲۲)

اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے، اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اِختلاف بھی، بلاشبہ اِس میں عالمین کے لئے نشانیاں ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَاۗبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

(سُورۃُ فاطر۔ آیت ۲۷۔ ۲۸)

کیا تُم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے، جس سے مُختلِف رنگوں کے پھل اُگتے ہیں، پھر پہاڑوں میں مُختلِف حصّے ہیں، کوئی سفید، کوئی سُرخ اور کوئی گہرا سیاہ، مُختلِف رنگوں کے۔ اِسی طرح اِنسانوں، جانوروں اور چوپایوں میں بھی مُختلِف رنگ ہیں۔ اللہ کے بندوں میں سے وُہی خشیّتِ الٰہی رکھتے ہیں جو عُلماءٗ ہیں، بلاشُبہ اللہ عزیز و غفُور ہے۔

اِسی طرح سُورۃُ آلِ عِمران کی آیت ۱۹۱ میں اَلقُرآن نے اُن لوگوں کو 'اُولوُالاَلبابْ' (تیز فہم) کہا ہے جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر وقت اَرض وسماء کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں۔ اَلقُرآن نے عُلماء کی یہ تعریف بیان کی اور اُس کے بالکُل برخِلاف مُسلِم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے یہ نام اُن لوگوں کو دے دِیا جو زیادہ سے زیادہ حوالے (References) یاد رکھتے ہیں اور خُود کو لائبریری بنا لیتے ہیں۔ اِس طرح لُغت ہائے حِجازی کے قارُون بن جاتے ہیں۔ اُن کی نہ اَپنی کوئی رائے ہوتی ہے اور نہ کوئی قُوّتِ تخلیق۔ ہر مسئلے کے بارے میں وہ بِلا تکان مُختلِف گزرے ہُوئے لوگوں کی رائے اور فیصلے سُنانا شرُوع کر دیتے ہیں۔ عُلماء کی تعریف بدل ڈالنے کے باعث آج ہم دُنیا کی پست ترین قوم ہیں اور دُنیا کی اِمامت کرنے کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرُورت ہوتی ہے اُن سے بِالکُل محرُوم ہیں۔

حلال اور حرام

یہ بات سب جانتے ہیں کہ حلال وحرام کا تصوّر صرف کھانے پینے کی

اَشیاء تک محدود نہیں بلکہ زِندگی کے ہر سَماجی اَور اِقتصادِی رَویّوں سے تعلّق رَکھتا ہے۔ اَلقُرآن نے اِنسَان کو سَادَہ اَور آسَان سے بُنیَادی اُصُول ونَظریَات دِیئے اَور اَرضی مَوت کے بَعد دَوبَارَہ زِندگی پَانے کے اِیمانَ کو اِن اُصُول ونَظریَات کی بُنیَاد بنَایا تاکہ لوگ ایک دُوسَرے پر سبقت لے جَانے کی فِطری خواہش کی تسکین، خیر کے کَاموں میں حَاصِل کَریں۔ (فَاستَبقُوالخَیرَات) اَور اَپنے تقویٰ کے لِحَاظ سے مدَارِج حَاصِل کَریں۔ اِن حلَال وحَرام، جَائز ونَاجَائز کے چند بُنیَادِی گوشے اَلقُرآن نے بیَان کردِیئے اَور بَاقِی اَعمَال واَفعَالِ کے لئے مُشاوِرَت کا حُکم دَے دِیَا۔

وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ

(سُورۃُ آلِ عمران۔ آیت ۱۵۹)

اَور اُن سے مَعاملَات میں مَشورَہ لیا کرو۔

مُسلِم اُمّت کو زِیَادَہ سَوالَات کَرنے سے مَنع کیا گیا، اِرشَادِ الٰہی ہُوا۔

اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَـكُمۡ كَمَا سُٮِٕلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ‌ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ۝۱۰۸

(سُورۃُ البقرۃ۔ آیت ۱۰۸)

کیا تُم چَاہتے ہو کہ اَپنے رَسُول (ﷺ) سے اِسی طَرح سَوالَات کَرو جس طَرح اُس سے پہلے مُوسیٰ سے کیا گیا تھا۔ تو جو شخص کُفر سے اِیمانَ کو بَدل ڈالے تو وہ تو سیدھی رَاہ سے بھٹک گیا۔

اِس سے زِیَادَہ سخت تنبیہ کے طَور پر اِرشَادِ الٰہی ہُوا کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ
وَاِنْ تَسْــَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

(سُورۃُ المائدہ۔ آیت ۱۰۱۔۱۰۲)

اَے اِیمان والو! اَیسی باتیں نہ پُوچھا کرو کہ اَگر بتا دِی جائیں تو تُم کو ناگوار گزریں، اَگر تُم سوالات کرتے رہو گے تو اَبھی قُرآن نازل ہو رہا ہے اَور وہ بتا دِی جائیں گی، اللہ تمہیں اِس کے لئے مَعاف کرے، کیُوں کہ اللہ غفُور و رحیم ہے۔ تُم سے پہلے بھی لوگوں نے اَیسے سوالات کیے تھے اَور جُبھا نہ پائے تو اِنکار کر بیٹھے۔

چُنانچہ جِن اُصُول و نظریات کی تعلیم قُرآن دیتا ہے اُن پر عَمَل دَرآمد کے طَرِیقے اَور جُزئی تفصیلات اُمّتِ مُسلمہ کو باہمی مُشاوِرت کے ذَرِیعہ طے کرنے تھے۔ اُن مُشاوِرتوں میں صِرف دو باتیں لِحاظ کے قابِل تھیں۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

(سُورۃُ الجاثیہ۔ آیت ۲۲)

اللہ نے اَرض و سَماوَات کی تخلیق حق کے ساتھ کی ہے تاکہ ہر نفس کو اُس کے کیئے کا بدلہ مِل جائے اَور اُن کے ساتھ کوئی نااِنصافی نہ ہو۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ

(سُورۃُ الرَّعد۔ آیت ۱۷)

اَور جو شئے اِنسانوں کے لئے فَائدہ مند ہے وُہی زمین پر رہ جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ زمانہ مُستقل اِرتقائی منازِل طے کررہا ہے اور اُس کے اَحوال وظرُوف بھی مُسلسل تبدیل ہو رہے ہیں۔ چُنانچہ ایک زمانے میں بنائے ہُوئی جُزئی تفاصیل دُوسرے زمانے میں قابلِ نِفاذ نہیں رہ سکتیں۔ زمانہ کبھی پیچھے کی سِمت سفر نہیں کرتا۔ اِسی وجہ سے اَلقُرآن نے تقلیدِ آباء کی شِدّت سے مُخالفت کی ہے۔ اِرشادِ اِلٰہی ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

(سُورۃُ البقرۃ۔ آیت ۱۷۰)

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اِس چیز کا اِتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اُسی کا اِتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واَجداد کو پایا ہے، خواہ اُن کے آباء واَجداد نہ تو کسی شئے کا عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پر رہے ہوں۔

اِنسانی زِندگی کے سماجی واِقتصادی مُعاملات میں حلال وحرام کی تفاصیل مُتعیّن کرنے کا اِختیار اللہ نے صرف اور صرف اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ؕ

(سُورۃُ النّحل۔ آیت ۱۱۶)

اور جو تمہاری زبانیں یونہی جھوٹ بیان کر دیتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ

حَرَام ہے تا کہ اللہ پر بُہتَان مَحض بَاندھو، اَیسی بَات مَت کِیا کرو۔ بِلاشُبہ اللہ پر جھُوٹی تُہمت لَگانے وَالے فَلاح نَہیں پَاتے۔

اَلقُرآن کِسی کو یہ اِختیَار نَہیں دَیتا کہ وہ حَلاَل وحَرَام کی تفَاصِیل بیَان کرتا پھرے۔ اِرشَادِ اِلٰہی ہے کہ:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝٥٩

(سُورۃُ یُونُس۔ آیت ۵۹)

کہہ دو کہ کیا تُم غور کرتے ہو کہ اللہ نے جو کچھ تُمہارے لئے بَطور رِزق نَازِل کِیا ہے تُم اُس میں سے کِسی کو حَرَام قرار دیتے ہو اور کسی کو حَلاَل۔ اُن سے پُوچھو کہ کیا اللہ نے تمہیں اِس کی اِجازَت دے رکھی ہے یا تُم اللہ پر اِفترَاء بَاندھتے ہو۔

اِس حُکمِ قُرآنی کی صَرِیح خِلاف وَرزِی کرتے ہوئے مُسلِم قوم کی مَذہبی پیشوَائیّت نے فِقہ اور مَسلک کے نَام پر اِن تفَاصِیل کو لِکھا اور متعیّن کر دِیا۔ یہ قوانینِ اِلٰہی سے بغَاوَت ہے چُنانچہ نَتیجہ ہمارے سَامنے ہے۔

فرقہ بندی

اَلقُرآن نے تفرقہ بَازِی (مَذہبی اَور سیَاسی گروہ بندِی) کو فِرعَونی اَعمَال، شِرک اَور کُفر قرار دِیا ہے۔ فِرعَونی طَرِیقہ:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ

طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④

(سُورۃُ القصص۔آیت ۴)

بلاشبہ فرعون زمین پر بہت سرکش ہو گیا تھا اور اُس نے وہاں کے باشندوں کو گروہ در گروہ کر رکھا تھا اور ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا۔ اُس کے بیٹوں کو ذبح کروا دیا کرتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، واقعتاً وہ فسادی تھا۔

شرک

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

(سُورۃُ الروم۔آیت ۳۱۔۳۲)

اُسی کی طرف رجوع کیے رہو اور تقویٰ اختیار کرو، صلوٰۃ قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جانا۔ یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گروہ در گروہ ہو گئے، ہر فرقہ اُسی پر فرحاں ہے جو اُس کے پاس ہے۔

کفر

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ

اِیمَانِکُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾

(سُورۃُ آلِ عِمران۔ آیت ۱۰۵۔۱۰۶)

اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے تفرقہ کیا اور باہم اختلاف کیا جب کہ واضح احکام آ چکے تھے، اور اُن کے لئے تو بڑا عذاب ہے۔ اُس روز جب بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے اُن سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا تو آج تم اپنے کفر کرنے کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔

رسول ﷺ سے قطع تعلق

اَلقرآن نے فرقہ بندی کو صرف اُسی حد تک بُرا نہیں کہا بلکہ اپنے رسول ﷺ سے صاف صاف کہہ دیا کہ جن لوگوں نے دین میں تفرقہ بازی کی اُن سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہُمۡ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾

(سُورۃُ الانعام۔ آیت ۱۶۰)

بلا شبہ جن لوگوں نے دین میں تفرقہ کیا اور گروہ در گروہ ہو گئے، تمہارا اُن سے کوئی تعلق نہیں، اُن کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، پھر وہ اُن کو اُن کا کیا ہوا جتلا دے گا۔

وضعی جواز

اِس حقیقت کے باوجود کہ مُسلم قوم کی اکثریت کا ایمان ہے کہ رسول اللہ

ﷺ سے زیادہ سے زیادہ محبت اور تعلّق ہی اُن کے دِین کی بُنیاد ہے۔ اُسی قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کارنامہ یہ سر انجام دیا کہ مختلف عقائد و اعمال کو بُنیاد بنا کر اُمّت کے گروہ در گروہ بنا دِیئے۔ اُنھوں نے حسبِ توفیق قرآن کی تمام تعلیمات کے برعکس دعویٰ کیا کہ خود رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت میں ۷۳ فِرقے ہوں گے اور اُن میں سے ایک نجات یافتہ ہوگا (معاذ اللہ) آج تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ کون سا فِرقہ 'ناجیٔ' ہے، کیوں کہ ہر ایک فِرقہ اِسی خوش فہمی میں ہے کہ وہی 'ناجیٔ' ہے (كُلُّ حِزۡبٍ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ)، کیا یہ تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی قرآن کے خِلاف کوئی بات کہیں گے؟

جب کہ القرآن میں اللہ کا واضح اِرشاد ہے کہ

وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ۝۴۴ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ۝۴۵ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ۝۴۶ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ۝۴۷

(سورۃ الحاقّہ۔ آیت ۴۴ تا ۴۷)

اور اگر یہ رسول (ﷺ) ہماری طرف سے کوئی اور بات کہتے تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم اُن کی رگِ جان کاٹ ڈالتے، اور تُم میں سے کوئی اُن کو بچانے والا نہ ہوتا۔

مسجدِ ضرار

القرآن نے رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلّم کو منع کیا کہ تُم اُس ''مسجدِ ضرار''

میں کھڑے تک نہ ہونا جو تفرقہ کے لئے بنائی گئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

(سُورۃُ التَّوبہ۔ آیت ۱۰۷۔ ۱۰۸)

اور وہ لوگ جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے ایک مسجد بنائی ہے تاکہ کفر کریں اور مومنین میں تفرقہ ڈالیں اور اِس طرح اُن لوگوں کے لئے کمین گاہ بنائیں جو پہلے اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کر چکے ہیں، اور وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم سوائے بھلائی کے اور کوئی ارادہ نہیں رکھتے، لیکن اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں (اے رسول) تم اُس میں کبھی کھڑے تک نہ ہونا۔ ہاں، وہ مسجد جس کی بُنیاد پہلے ہی دِن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اِس بات کا حق رکھتی ہے کہ اُس میں قیام کیا جائے، اِس میں ایسے افراد ہیں جو پاکیزہ اطوار والے ہیں اور اللہ تو پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر القرآن نے کہا۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

(سُورۃُ الجِنّ۔ آیت ۱۸)

اور مساجد تو اللہ کے لئے ہیں چُنانچہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو۔

یہ تو القرآن کے احکام تھے، مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کُرّہ ارض پر کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی جو صِرف اللہ کے نام پر ہو اور جہاں تفرقہ بازی نہ ہوتی ہو......غرض القرآن کے ہر اُصول، ہر نظریئے سے بغاوت کی گئی، اُس کے ہر حُکم کے برخلاف عمل کیا گیا، اُس کے دِیئے ہُوئے ہر تصوّر کو بدل ڈالا گیا، اور اِس کے باوجود دعویٰ ایمان کا! دعویٰ اِسلام کا!! یا للعجب!!!

غیر نصابی سرگرمیاں

القرآن نے پچھلی اُمتوں کے قصّے بیان کرنے کے بعد کہا کہ

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾

(سُورۃُ البقرۃ۔ آیت ۱۴۱)

یہ اُمتیں تھیں جو گزر گئیں، اُن کے اعمال اُن کے لئے اور تمہارے اعمال تُمہارے لئے ہیں، تُم سے ہرگز نہیں پُوچھا جائے گا کہ اُن لوگوں نے کیا کیا تھا۔

دُوسرے مقام پر القرآن نے واضح کر دیا کہ

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ

(سُورۃُ الانعام۔ آیت ۱۶۵)

اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اُسی کے لئے ہوتا ہے، اور کوئی شخص کسی دُوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

اَلقُرآن نے نامۂ اعمال کو "اَلکِتٰب" کہہ کر پکارا ہے، یعنی ہر فرد کے اعمال کا تحریری ریکارڈ۔ اِس پر لوگ حیرت کریں گے کہ اُس میں تو کوئی عمل لکھنے سے رہا ہی نہیں۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا ۚ

(سُورۃُ الکہف۔ آیت ۴۹)

اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اُس سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے کم بختی، یہ کیسی کتاب ہے کہ جس نے چھوٹی بڑی کوئی بات لکھنے سے نہ چھوڑی۔

پُورے اَلقُرآن میں کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں کہ کوئی شخص اِس اَمر کا مُکلّف ہو گا کہ وہ اپنے اَسلاف کے بارے میں کوئی خاص عقیدہ یا نظریہ قائم کرے، اور اُن کے باہمی نزاع اور اِختلاف کو زیرِ بحث لاکر اُمّت میں اِنتشار پیدا کرے۔ اَلقُرآن کے مُطابق ہر شخص صِرف اپنے اعمال کا ذِمّہ دار ہے۔ پچھلے لوگوں نے کیا کیا تھا، اِس بات سے اُس کا کوئی تعلّق نہیں۔ مُسلِم قوم کے پیشوایانِ مذہب نے ہر ہر قدم پر اَسلاف کے بُت تراشے، کہانیاں گھڑیں اور خود ساختہ جواز بنا کر مُسلِم قوم کو آپس میں ٹکرا ٹکرا کر اُن کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ جن اُمور کو اَلقُرآن نے خارج از نصاب (Out of Syllabus) قرار دے دیا تھا، اُن پر موٹی موٹی کتابیں لکھی گئیں۔ سقفِ بنو سعد کا قِصّہ، جنگِ

جمل، 'جنگِ صفین'، 'قصہ کربلا' وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ ایک پر ایک بُت تراشے گئے مُسلم قوم کو اُن کا الگ الگ پجاری بنایا گیا۔ نتیجہ اِن باتوں کا یہ نکلا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ہدایات وتعلیمات کے مطابق اِسلامی اِنقلاب برپا کرنا، دُنیا کی دیگر اقوام کے سامنے اِنسانی فلاح وترقی کا صحیح صحیح لائحہ عمل پیش کرنا اور اِس طرح دُنیا کی اِمامت کرنا جو کہ مُسلم قوم کا اصلی اور بنیادی فریضہ تھا، وہ گزشتہ کئی صدیوں سے مُسلم قوم کے حیطہ تصوّر میں ہی نہیں آپاتا۔ اللہ نے مؤمنین کو "شُهَدَاءَ عَلَى النَّاس" (نوعِ اِنسان کا رہبر ونگران) بننے کی ذِمہ داری عطا کی تھی۔ وہ اِتنی بڑی ذِمہ داری تو کیا سنبھالتے، خود دُوسری قوموں کے محتاج اور دستِ نگر بن کر رہ گئے۔

کیا عقل کا استعمال حرام ہے؟

مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لئے ایک تصوّر عام کیا کہ "دِین میں عقل کا اِستعمال حرام ہے"، "عقل" کیا ہے؟ ایک طاقت یا صلاحیت جو حواسِ اِنسانی کے ذریعہ حقائق کو معلوم کرتی ہے۔ اَلقُرآن نے اُن لوگوں کو جہنمی قرار دیا ہے جو اِن حواس کا اِستعمال نہیں کرتے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

(سُورۃ الاعراف۔ آیت ۱۷۹)

اور جن و اِنس میں سے ایک کثیر تعداد اُن کی ہے جو جہنمی ہیں، یہ وہ ہیں جن کے دِل ہیں لیکن وہ اِن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، اُن کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ اُن کے کان ہیں جن سے وہ سُننے کا کام نہیں لیتے۔ یہ لوگ چوپائے کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے، یہی لوگ غافل ہیں۔

اہلِ جہنم بھی یہی کہیں گے:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١٠﴾

(سورۃ الملک۔ آیت ۱۰)

اگر ہم سُنتے یا عقل سے کام لیتے تو اہلِ جہنم میں نہ ہوتے۔

القرآن ایک جگہ کہتا ہے:

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾

(سورۃ یٰسٓ۔ آیت ۶۰ تا ۶۲)

اے آدم کی اولاد! کیا ہم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی بندگی نہ کرنا، وہ تمہارا صریح دشمن ہے، بلکہ تم میرے بندے بن جاؤ، یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور جب کہ وہ تم میں سے ایک کثیر تعداد کو پہلے بھی گمراہ کر چکا ہے، تو تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔

مومنین کی جماعت کے بارے میں القرآن کہتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾

(سُورۃ الفرقان۔ آیت ۷۳)

اور وہ ایسے ہیں کہ جب اُن کے سامنے اُن کے رَبّ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اُن پر بھی بہرے اور اندھے بن کر نہیں گر پڑتے۔

خُود اپنے بارے میں القرآن کہتا ہے کہ:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

(سُورۃ محمدؐ۔ آیت ۲۴)

بھلا یہ لوگ القرآن میں تدبّر نہیں کرتے یا اُن کے دِلوں پر تالے پڑے ہُوئے ہیں۔

اِس طَرح کی آیات القرآن میں جگہ جگہ موجُود ہیں جن میں غور فکر کرنے اور عقل و حواس کو اِستعمال کرنے کی تاکید کی گئی ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے محض اپنی مقصد براری اور چودھراہٹ کو برقرار رکھنے کے لئے 'عقل' کو شجرِ ممنوعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اُن سے بھی دس قدم آگے بڑھ کر عقل وفکر کے اِستعمال پر ایک کاری ضرب 'اہلِ تصوّف' یا 'اہلِ طریقت' کے نام لیواؤں نے لگائی۔ اُن کے یہاں حواسِ اِنسانی سے کام لینا اور علم و عقل کی روشنی میں حقائق کا اِدراک کرنا قطعی حرام ہے۔ یُونانی فلسفے کے مُطابق اُن کا اِیمان بھی اِسی بات پر ہے کہ دُنیائے موجُود ایک سراب ہے اور ترکِ دُنیا ہی اصلِ دِین ہے۔

سحر کی کتاب

اَلقُرآن نے بار بار کُفّار کے اِس بے بُنیاد اِعتراض کو رَدّ کیا ہے جس میں وہ اِس کتاب کو 'سحر' قرار دیتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۳﴾

(سُورۃُ سبا۔ آیت ۴۳)

اور جب حق آ پہنچا تو کفر کرنے والوں نے کہا کہ یہ ایک کھلے سحر کے سوا کچھ نہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ کٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

(سُورۃُ الزُّخرُف۔ آیت ۳۰)

اور جب اَلحق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو سحر ہے ہم اِس کو نہیں مانتے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾

(سُورۃُ الاَحقاف، آیت ۷)

اور جب ہماری واضح آیات اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کُفّار اِس اَلحق کے بارے میں جو اُن کے پاس پہنچا ہے کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا سحر ہے۔

اَلقُرآن نے فیصلہ دیا کہ:

وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾

(سُورۃُ یُونُس۔ آیت ۷۷)

اور ساحر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

مُسلِم قوم نے بالاتفاق قرآن سے ہی 'جادوئی ٹوٹنے' بنا ڈالے۔ اِس کے جُملوں کو بے دریغ ویدوں کے 'منتر' کے طور پر اِستعمال کیا۔ عقیدہ وضع کیا گیا کہ اللہ کے کلام میں بڑی طاقت ہے۔ حالانکہ دُوسری اقوام نے بھی اپنی اپنی کتابوں کو اِسی طرح 'بڑی طاقت' کے طور پر اِستعمال کیا ہُوا ہے۔ اِس طرح قُرآن کو بھی ایک عام مذہبی جنتر منتر کی کتاب بنا کر رکھ دیا گیا تاکہ اِس میں موجود اِنقلابی پیغام پر کسی کی توجّہ نہ جائے...... اور اَب تو اِس قسم کے 'ساحرانہ کرشمے' سیکولر ذہنیت کے دہریوں کے یہاں بھی عام ہو رہے ہیں۔ ایسے حالات میں اَب القُرآن کی کوئی اِنفرادیّت ہی نہ رہی۔ اِن باتوں کے بالکل برعکس القُرآن نے خود اَپنے بارے میں وضاحت کر دی تھی کہ یہ معجزات اور کرامات دِکھانے والی کتاب نہیں ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰىؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًاؕ اَفَلَمْ یَایْــٴَـسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًاؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾

(سُورۃُ الرّعد۔ آیت ۳۱)

اگر قرآن اَیسا ہوتا کہ اُس کے ذریعہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے یا اُس کے ذریعہ زمین تیزی کے ساتھ طے کی جا سکتی یا اُس کے ذریعہ مُردوں سے باتیں کرائی جا سکتیں (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ

تمام اُمور صرف اللہ کے لئے ہیں۔ کیا اب بھی ایمان والوں کو اِس بات میں دِل جمعی نہیں ہُوئی کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام نوعِ اِنسانی کو ہدایت دے دیتا۔ اور کفر کرنے والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہی ہے کہ اُن کے کردار و عمل کے سبب اُن پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا ہی رہتا ہے یا اُن کے قریب کے لوگوں پر، یہ کچھ تو ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائے گا، کیوں کہ اللہ اپنے وعدے کے خِلاف نہیں کرتا۔

مُردوں پر قُرآن پڑھنا

قُرآن نے کہا کہ یہ کِتاب زِندہ لوگوں کے لئے ہے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝۶۹ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۰

(سُورۃ یٰسٓ۔ آیت ۶۹۔۷۰)

اور ہم نے رسُول (ﷺ) کو شاعری نہیں سِکھائی اور نہ ہی یہ اُس کے شایاں ہے، یہ تو سِوائے اِس کے اور کچھ نہیں کہ نصیحت اور واضح قُرآن ہے جس کے ذریعہ اُن کو انجام کی آگاہی دی جاتی ہے جو زِندہ ہیں تا کہ کافروں پر حُجت تمام ہو جائے۔

اَلقُرآن مُردوں کے لئے ہے ہی نہیں

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۸۰

(سُورۃ النَّمل۔ آیت ۸۰)

آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز دے سکتے ہیں، جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔

اَلقُرآن نے واضح طور پر کہا کہ قبروں میں پڑے ہوئے مُردوں کو کچھ سُنایا نہیں جا سکتا:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾

(سُورۃُ فاطِر۔ آیت ۲۲)

اور زندہ لوگ اور مُردے یکساں نہیں ہو سکتے، بِلاشُبہ اللہ جسے چاہتا ہے سُنوا دیتا ہے اور آپ اُن کو نہیں سُنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

قبر پرستی 'اہلِ القبور' کو ماننے والوں کے بارے میں اَلقُرآن نے کہا کہ:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ۖ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤﴾ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴿٦﴾

(سُورۃُ الاَحقاف۔ آیت ۴ تا ۶)

کہہ دو کہ تم نے اُن کو دیکھا ہے کہ جن کو تم ماسوائے اللہ کے پکارتے ہو کہ اُنہوں نے زمین کی کوئی شئے تخلیق کی ہو یا آسمانوں میں اُن کا کچھ

سا جھا ہے؟ میرے پاس لے کر آؤ کوئی کتاب جو اِس سے پہلے کی ہو یا
کوئی اور مضمون منقول، اگر تم سچے ہو۔ اور اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون
ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو پکارے جو قیامت تک اُس کا کہنا نہ مانے،
بلکہ وہ تو اُن کی پکار سے بھی بے خبر ہوں۔ اور جب سب اِنسان جمع کیے
جائیں تو اُن کی عبادت کا ہی اِنکار کر دیں۔

دُوسرے مقام پر اَلقرآن کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾

(سُورۃُ النّحل۔ آیت ۲۰۔۲۱)

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہیں وہ کسی شے کی تخلیق نہیں کر
سکتے، وہ تو خود مخلوق ہیں، لاشے ہیں، بے جان! اُنہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ
کب اُٹھائے جائیں گے۔

یہ سب کچھ اَلقرآن نے کہا، مُسلِم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے اس کے
بر خلاف اَلقرآن کو مُردوں پر پڑھنے کے لئے مختص کر دیا اور اِس سے بھی آگے
بڑھ کر اہلِ طریق نے اہلِ القبور کو اپنی حاجت براری کے لئے پکارنا بھی عین
اِسلام بنا دیا۔ اِس قسم کی اور بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن سے ثابت
ہوتا ہے کہ مُسلِم قوم نے بالعموم اور اِس قوم کی مذہبی پیشوائیت نے بالخصوص
اَلقرآن کے اَحکام و ہدایات کے بالکل برعکس نہ صرف نظریات بنا لئے ہیں بلکہ
اُن کا ہر اُٹھنے والا قدم اُن کو قرآن سے دُور، اور دُور لئے جا رہا ہے۔ اَلقرآن کا

اِستعمال اَب مختلف لحنوں میں سُروں کے ساتھ پڑھنا، رٹ رٹ کر حِفظ کرنا اور مُردوں کو ثواب پہنچانا رہ گیا ہے......

اُسوہ حسنہ

اِسلام کی ایک بُنیاد 'القرآن' کے ساتھ مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے جو سلُوک کِیا، اِس کا تو ہم نے ایک اجمالی جائزہ لے کر دیکھ لیا۔ اَب ہم 'الدِّین الاِسلام' کی دُوسری بُنیاد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ''اُسوہ حسنہ'' کے چند خصوصی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے اُس کی کیسی تصویر کشی کی ہے...... مُسلم قوم کے عِلمی رُجحان کے مُطابق تاریخ اور روایات مرتب کرنے والوں نے ''اُسوہ حسنہ'' کو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سوانح حیات کا مترادف بنا دیا ہے۔ جب کہ القرآن میں ''اُسوہ حسنہ'' کا حوالہ حضرت اِبراہیمؑ اور ختمی مرتبت محمد ﷺ دونوں کے لئے اِستعمال ہُوا ہے۔ بلکہ حضرت اِبراہیمؑ کے صحابہ کرامؓ کے ''اُسوہ حسنہ'' کا تذکرہ بھی کِیا گیا ہے۔ القرآن نے سوانح حیات کسی کی نہیں بیان کی ہے بلکہ حضرت اِبراہیمؑ اور اُن کے صحابہ کرامؓ کی اِس جدّوجہد کی تصویر کشی کی ہے جو اُنہوں نے باطل قوتوں کے مقابلے میں سر انجام دیں۔ اِسی ضمن میں القرآن نے حضرت نوحؑ، ھُودؑ، اِدریسؑ، یُونسؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، شعیبؑ، موسیٰؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کی زندگیوں کے اُن گوشوں کو تفصیل سے اُجاگر کِیا ہے جو اُنہوں نے باطل قوتوں کے خِلاف اور اللہ کی حاکمیت کرنے میں صرف کی تھیں۔ اِسی طرح

قُرآنِ کرِیم نے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلیَّ اللہُ علیہِ وَسلَّم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ (وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ) کی اِس عظیم الشّان جِدّوجہد کو اپنے اَوراق میں محفُوظ کرلیا ہے جس کے نتیجے میں نسلِ انسانیّت نے چند برسوں کی قلیل مُدت میں صدیوں کا فاصلہ طے کرلیا تھا۔

اِس طرح ذرا سے غور و فکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ''اُسوہ حسنہ'' سے مُراد وہ اعمال ہیں جو فلاحِ اِنسانیّت اور آخرت کے بہترین نتائج کے لئے کیئے گئے ہیں۔ القُرآن نے کسی بھی دور کی تاریخ نہیں بیان کی بلکہ اُس نے تاریخِ اِنسانیّت کے اُن گوشوں کو اُجاگر کیا ہے جہاں حق اور باطل کا ٹکراؤ ہُوا اور آخر الامر حقّ کا غلبہ ہُوا۔ ''اُسوہ حسنہ'' کی اِس مختصر سی تعریف کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ القُرآن نے رسُولِ اکرم صلیَّ اللہُ علیہِ وَسلَّم کی زندگی کے کِن کِن گوشوں کی خصُوصی طور پر نشاندہی کی ہے اور مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیّت نے اِن گوشوں کا کس طرح تصوُّر وضع کرلیا ہے۔ کیوں کہ ''اُسوہ حسنہ'' کے یہی وہ بُنیادی پہلو ہیں جن کا اِتّباع کرنا مُسلم قوم کے لئے لازم ہے اور اُن کو ہی بدل ڈالنے کے سبب وہ دُنیا کی دیگر اقوام کے مُقابلے میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

''اُسوہ حسنہ'' کیا ہے؟

(ا) القُرآن نے سب سے پہلے حضرت اِبراہیمؑ اور وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ یعنی اُن کے صحابہ کرام کی عملی جِدّوجہد کو ''اُسوہ حسنہ'' قرار دیا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ

قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى
تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ
وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ
اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④

(سُورۃُ الممتحنہ۔ آیت ۴)

اور تمہارے لئے ابراہیم اور اُن کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ زندگی ہے جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو اُن سے بیزار ہیں، ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بُغض پیدا ہو گیا جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لے آتے۔ سوائے اِس کے کہ ابراہیم نے اپنے والد سے کہا کہ میری تمنا ہے کہ آپ کی مغفرت ہو جائے لیکن اِس بات میں مجھے کچھ اختیار حاصل نہیں (اِن سب کی دُعا تھی کہ) اے ہمارے رب! ہم تجھ پر ہی توکّل کرتے ہیں اور تیری ہی طرف رُجوع کرتے ہیں اور ہم تیری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ابراہیمی اُسوہ

انتہائی ناسازگار حالات میں اپنی قوم سے کہنا کہ **كَفَرْنَا بِكُمْ** (ہم تمہارے منکر ہیں) یعنی تمہارے نظریہ حیات کے منکر ہیں، بڑی ہمت، استقامت اور اُولوالعزمی کا مظاہرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے صحابہ کرامؓ کے اِس عمل کو "اُسوہ حسنہ" کہا گیا۔ لیکن مسلم قوم کی مذہبی

پیشوائیت نے اِمامُ النّاس حضرت اِبراہیمؑ کے بارے میں رِوایت پیش کی کہ اُنہوں نے تین موقعوں پر جھوٹ بولا تھا۔ (معاذ اللہ!!)

رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ حسنہ

اَلقرآن نے عین میدانِ جنگ میں کم ہمت اور بزدل لوگوں کے دعوائ اِیمانی کو باطل قرار دیا ہے اور کہ اِس سخت گھڑی میں رسول ﷺ کی ہمّت، قیادت، جواں مردی، ثبات قدمی اور اِستقامت کو ''اُسوہ حسنہ'' قرار دے کر تلقین کی ہے کہ جسے آخرت کی بہتری عزیز ہے اِس کے لئے یہ بہترین نمونہ کردار ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝٢١ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝٢٢

(سُورۃُ الاحزاب۔ آیت ۲۱۔۲۲)

بلاشبہ رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں تمہارے لئے عمدہ ترین نمونہ حیات ہے، اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور آخرت کے طلب گار ہیں اور اللہ (کے احکام) کو کثرت سے پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ جب مومنوں نے اِن لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وُہی ہیں جن کا اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) نے وعدہ کیا تھا بلاشبہ اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سچے ہیں، اُن کے اِیمان اور تسلیم ورضا میں اور اِضافہ ہوگیا۔

اَیسے مِثَالِی، جُرأت مند، دَلیر اَور بہادُر شَخصیت کے بارے میں مُسلِم قَوم کی مَذہبی پیشوائیّت نے رِوایَات پیش کی ہیں کہ آپ ﷺ مَوت سے خَوف کھَاتے تھے۔ آسمان پر بادل آجاتے تو پریشان ہو جاتے کہ کہیں عذابِ اِلٰہی تو نہیں آ رہا۔ قِتَال فِی سَبِیلِ اللہ کی اَہمیت کو کَم کِیا گیا، خُود سَاختہ مَلاؤں پر بے سمجھے بُوجھے چند اَلفاظ کو گِن گِن کر پڑھنے کو اَور ’ہُو حَق‘ کرنے کو ’جہادِ اَکبر‘ قَرار دے دِیا گیا۔ جَب کہ اَلقرآن نے ’قِتَال‘ کو فرضِ عَین قَرار دِیا ہے۔

قتال فرض ہے

قُرآنِ کَرِیم میں اللہ تعَالیٰ نے اِرشاد فَرمایا کہ:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ۝

(سُورۃُ البَقرۃ۔ آیت ۲۱۶)

تُم پر جنگ کرنا (قِتال) فَرض کردِیا گیا۔

قُرآنِ کَرِیم نے رَسُول اللہ ﷺ اَور اُن کے صَحابۂ کِرامؓ کے بارے میں کہا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۝

(سُورۃُ الفَتح۔ آیت ۲۹)

مُحمّد (ﷺ) جو اللہ کے رَسُول ہیں، اَور اُن کے ساتھی، یہ لوگ کافروں پر سخت ہیں اَور آپس میں رَحِیم ہیں۔

مُسلِم قَوم کی مَذہبی پیشوائیّت نے مُسلِم قَوم میں نہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

کی صِفت بَاقی رہنے دی اور نہ رہی رُحَمَآءُ بَینَھُم کی خوبی۔ اُنہوں نے فِرقہ بندیوں کی ایسی فِضا پیدا کردی کہ مُسلِم قوم آپس میں تو ہمیشہ دست وگریباں رہیں لیکن غیر مُسلِموں سے نہ صرف بے جا مُفاہمت کرتی رہے بلکہ اُن کی بالادستی بھی بخُوشی قبول کرلے۔ اَب تو مُسلِم قوم کا یہ وطیرہ بن گیا ہے کہ وہ فِرقوں کی لڑائیوں میں بھی مَدد کے لئے غیر مُسلِموں کا تعاوُن حاصل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔

رسُول ﷺ بشر ہیں

اَلقُرآن نے رسُولِ اَکرم ﷺ کی زبانِ مُبارک سے مُتعدّد بار اِعلان کروایا کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

(سُورۃُ الکہف۔ آیت ۱۱۰)

کہہ دو کہ مَیں تو تُم جیسا بشر ہوں بس میرے پاس وحی آتی ہے کہ تُمہارا اِلٰہ صرف ایک وَاحِد ہے، تو جو اپنے رَبّ سے مِلنے کی خواہش رکھتا ہے اُس کو چاہئے کہ وہ عمَلِ صَالح کرے اور عبُودیّت میں ایک رَبّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶﴾

(سُورۃُ حٰمٓ السّجدہ۔ آیت ۶)

کہہ دو کہ میں تو تُم جیسا بشر ہوں بس میرے پاس وحی آتی ہے کہ تُمہارا اِلٰہ صِرف ایک واحِد ہے، تو اِس بات پر قائم رہو اور اُس سے مغفرت مانگو، تو مُشرکین کے لئے بڑی تباہی ہے۔

نبی ﷺ کی ذات میں غلو نہیں اللہ تعالیٰ نے معجزہ پسند لوگوں کو قائل کیا کہ یہ رسول ﷺ دینِ اِسلام کی دعوت اپنے کردار کی بُنیاد پر دے رہے ہیں نہ کہ مُعجزات کی بُنیاد پر۔

اِرشادِ اِلٰہی ہوا کہ:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

(سُورۃ یُونس۔ آیت ۱۶)

کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ تو میں یہ کلام پڑھ کر سُناتا اور نہ وہ (اللہ) تُم کو اِس کی اِطلاع دیتا، جب کہ میں نے تُمہارے درمیان ایک عُمر گزاری ہے تو تُم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

مُسلِم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے لوگوں میں یہ عقیدہ عام کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی تخلیق نُور سے ہُوئی تھی، اُن کا سایہ تک نہیں ہوتا تھا۔ یعنی اللہ اور قُرآن، رسول ﷺ کی بشریّت پر اِصرار کرتا رہے لیکن مذہبی پیشوایانِ قوم، اپنی ضِد پر ڈٹے رہیں گے، وہ بھلا اللہ اور قُرآن کی بات کیوں ماننے لگے۔

رسول ﷺ کو غیب کا علم نہیں

القُرآن نے کہا کہ رسول ﷺ کے پاس نہ تو زمین کے خزانے ہیں اور نہ

ہی اُن کو غیب کا علم:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۗ قُلْ هَلْ
يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۗ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝٥٠

(سُورۃُ الانعام۔آیت ۵۰)

کہہ دو کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اُس وحی کی اِتباع کرتا ہوں جو میرے پاس آتی ہے، کہہ دو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں، تو تم سوچتے کیوں نہیں۔

مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کہا کہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہ صرف غیب کا بہ تمام و کمال علم تھا بلکہ اُنہوں نے تو قیامت تک کے ہونے والے واقعات کی خبریں دے دی ہیں۔ کیا رسول ﷺ آسمان پر گئے؟ القرآن نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی مافوق البشر ہستی نہیں کہ وہ آسمان پر چڑھ جائیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝٩٠
اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا
تَفْجِيْرًا ۝٩١ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ
بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝٩٢ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ
اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۗ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا

تَقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

(سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۹۰ تا ۹۳)

اور یہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے چشمے نہ جاری کر دو۔ یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، اور اُس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔ یا جیسا کہ تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارا سونے کا گھر ہو، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے جب تک کوئی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں، کہہ دو کہ میرا رب اِن باتوں سے پاک ہے، مَیں تو سوائے اُس کے اور کچھ بھی نہیں کہ ایک پیغام پہنچانے والا بشر ہوں۔

مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کہا کہ واہ! یہ کیا بات ہوئی، ہمارے رسول ﷺ نے تو آسمانوں کی مکمل سیر بھی کی اور یومِ قیامت سے پہلے ہی سارے جنّت اور جہنّم والوں کے احوال کا مشاہدہ بھی کر لیا۔ بلکہ آپ ﷺ تو اَب بھی اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جہاں جہاں بھی آپ ﷺ پر دُرود و سلام پڑھا جاتا ہے وہاں حاضر بھی ہو جاتے ہیں۔

آلِ رسول ﷺ کا عقیدہ

اَلقرآن نے واضح الفاظ میں حکم دیا کہ اولاد کو اُن کے باپ کے نام سے پکارو۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ

أَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِىْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ
اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ
يَهْدِى السَّبِيْلَ ④ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ
لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤

(سورۃ الاحزاب۔ آیت ۴۔۵)

اللہ نے کسی مرد کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری ازواج کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو، تمہاری ماں بنایا، اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں جب کہ اللہ تمہیں سچّی بات بتاتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔ لے پالکوں کو اُن کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات دُرست ہے، اگر تم کو اُن کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست، اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اُس میں کوئی پکڑ نہیں لیکن جو قصداً دل سے کرو گے اُس پر گرفت ہو گی، اور اللہ تو غفور رحیم ہے۔

اِس کے ساتھ ہی القرآن نے کہا کہ رسول ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ④⓪

(سورۃ الاحزاب۔ آیت ۴۰)

محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور اللہ ہر شئے سے بخوبی واقف ہے۔

مگر لوگوں نے آلِ رسول ﷺ بنا ڈالے اور ایک باقاعدہ خودساختہ نسلِ سادات کے نام سے چلا دی۔ اِس نسل کے بارے میں عجیب وغریب رِوایات بنائیں اور کم وبیش اِس نسل کو وُہی مقام دے دِیا جو ہندوؤں کے یہاں برہمن کا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں برہمن سب سے اُونچی 'جاتی' (نسل) ہے جن کے بارے میں اُن کے ویدوں میں لکھا ہے کہ یہ برہما کے سر سے پیدا ہوئے ہیں۔ اَلقرآن کہتا ہے کہ یہ سب کچھ نہیں بس چند نام ہیں جو تم نے وضع کر لیے ہیں۔

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۝

(سُورۃ النجم۔ آیت ۲۳)

یہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں، اللہ نے تو اُن کے لئے کوئی سند نہیں نازل کی۔

کیا رسول ﷺ نے پادریوں سے علوم سیکھے اَلقرآن نے واضح کر دیا کہ رسول ﷺ اِعلانِ نبوت سے قبل لکھنے پڑھنے کا شغل نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی یہ جانتے تھے کہ کتاب اور اِیمان کیا ہیں۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸

(سُورۃ العنکبوت۔ آیت ۴۸)

اور تم اِس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اُس کو اپنے ہاتھ سے

لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہلِ باطل ضرور شک کرتے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾

(سورۃ الشوریٰ۔ آیت ۵۲)

اِسی طرح ہم نے اپنے حُکم سے تمہاری طرف رُوح القدس کے ذریعہ وَحی بھیجی، جب کہ تُم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔ لیکن ہم نے اُس کو نُور بنایا ہے کہ اِس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بلاشبہ تُم صِراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کرتے ہو۔

مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کہا کہ اِعلانِ نبوّت سے قبل بحیرہ نامی عیسائی راہب سے اور بعد میں ورقہ بن نوفل نامی اشخاص سے آپ ﷺ نے پچھلی آسمانی کتابوں کے عُلوم سیکھے تھے۔

قیامت میں رسول ﷺ شفاعت کریں گے یا شکایت

اَلقُرآن نے کہا کہ رسول ﷺ کو نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

(سورۃ الجن۔ آیت ۲۰۔۲۱)

کہہ دو کہ میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اُس میں شرک نہیں کرتا۔ یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نفع یا نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

اِس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ قرآنِ کریم نے رسول ﷺ سے کہلوا دیا۔

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾

(سورۃ الانعام۔ آیت ۱۵)

کہہ دو کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔

اِن قرآنی اعلانات کے بالکل مخالف مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے یہ عقیدہ عام لوگوں کے دِل و دِماغ میں پیوست کر دیا کہ جتنا جی چاہے غلط کاریاں کر لو، اللہ سے معافیاں مانگتے رہو، کیوں کہ اللہ کو خوشامد بہت پسند ہے، بلکہ اگر غلط کاریاں نہ کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ دُوسری بداعمال قوم کو لے آئے گا تا کہ وہ یہ کام کریں، پھر معافیاں مانگیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر القرآن نے پچھلی قوموں کی تباہیوں اور بربادیوں کی داستانیں کیوں بیان کی ہیں! ساتھ ہی ہماری مذہبی پیشوائیت نے یہ عقیدہ لوگوں کے دِلوں میں راسخ کر دیا کہ رسول ﷺ قیامت کے روز ساری اُمت کے شفیع بن کر اُن کو جنت میں لے جائیں گے۔ حالانکہ القرآن میں رسول ﷺ کے شفیع ہونے کا تو کوئی ذکر نہیں البتہ بروزِ قیامت اُن کی شکایت کی بات تو صاف الفاظ میں کی گئی ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

(سُورۃُ الفرقان۔ آیت ۳۰)

اور رسول (ﷺ) کہیں گے کہ اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے اِس قرآن کو ''مہجور'' بنا رکھا تھا۔

عقل و فکر کی دعوت

اَلقرآن نے رسول ﷺ سے اللہ کی زبانی کہلوادیا کہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۗ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

(سُورۃُ یُوسُف۔ آیت ۱۰۸)

کہہ دو کہ میرا یہی طریق ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف دلیل کی بُنیاد پر بُلاتا ہوں، میرا بھی اور میری اِتباع کرنے والوں کا بھی یہی طریقہ ہے، اور یہ کہ اللہ شرک سے پاک ہے اور میں ہرگز مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

دُوسری جگہ اِعلان کروایا گیا کہ:

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

(سُورۃُ سبا۔ آیت ۴۶)

کہہ دو کہ میں تم کو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ تم اللہ کے لئے
دو دو، ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ پھر سوچو، تمہارا ساتھی مجنوں نہیں،
وہ تو صرف تمہیں آنے والے سخت عذاب سے آگاہ کرتا ہے۔

مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے سوچنے اور غور و فکر کرنے کو حرام قرار دے دیا۔ کوئی زیادہ اصرار کرے تو اُس کو یہ کہہ کر خاموش کرا دیا جاتا ہے کہ جو کچھ سوچا اور سمجھا جانا تھا وہ ہمارے اسلاف سوچ چکے، سمجھ چکے!! اب چاہے حالات کتنے ہی تبدیل کیوں نہ ہو جائیں مزید کچھ غور و فکر کرنے کی اجازت نہیں۔ حالانکہ اِن پیشوانِ مذہب کے پاس اِس امر کا بھی کوئی حتمی ثبوت نہیں کہ وہ جن بزرگوں کا حوالہ دیتے ہیں، اُن کی تحریر کردہ کوئی شئے اُن کے پاس ہے بھی یا نہیں، یا بعد کے لوگوں نے اپنی طرف سے وہ باتیں لکھ کر پچھلے لوگوں سے منسوب کر دی ہیں۔

پہلی وحی کی کہانی

القرآن نے بتایا کہ نزولِ وحی کے سلسلے میں اللہ نے جو نشانیاں رسول ﷺ کو دکھائیں اُن کو نہ تو اُن کے دل نے جھوٹ جانا اور نہ ہی اُن کی نگاہ نے دوسری جانب توجہ کی، نہ ہی حد سے آگے بڑھی۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾

(سُورۃُ النّجم۔ آیت ۱۰۔۱۱)

پھر ہم نے اپنے عبد پر وحی کی جو کچھ وحی کرنا تھی۔ اُس کے دل نے اُس کو جھوٹ نہ جانا جو اُس نے دیکھا۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

(سُورۃُ النّجم۔ آیت ۱۷۔۱۸)

اُس کی نِگاہ نہ تو ہٹی اور نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اُس نے اپنے رَب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

مَذہبی پیشواؤں نے افسانہ تراشا کہ وَحی ملنے کے بعد آپ ﷺ پسینے میں تر، خوف کے عالَم میں گھر لوٹے اور آپ ﷺ کو تسلّی اُس وقت ہُوئی جب وَرقہ بِن نوفِل نامی ایک عیسائی راہب نے آپ ﷺ کو مقامِ نبُوّت پر سرفراز ہونے کی مُبارکباد دِی۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ وہ عیسائی راہب پِھر بھی مُسلِم نہ بنا! یاللعجب !!

قرآن مکمل ضابطۂ حیات نہیں !!

اَلقرآن کے ذریعہ اللہ نے رَسُولِ اَکرم ﷺ کو حُکم دِیا کہ

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ○

(سُورۃُ المائدہ۔ آیت ۴۹)

تُمہیں تاکید کی جاتی ہے کہ اُن لوگوں کے درمیان کی نازِل کردہ (کتاب) کے مُطابق فیصلے کیا کرو اور اُن کی خواہشات کی پَیروی نہ کرو۔

مُسلِم قوم کی مَذہبی پیشوائیت نے کہا کہ ہر مُعاملے میں اَلقُرآن رہنُمائی نہیں کرتا چُنانچہ ہم رِوایات اور فقہوں کے مُطابق فیصلے کریں گے۔ جب کہ اَلقرآن خُود اَپنے بارے میں دَعویٰ کرتا ہے کہ یہ کتاب

تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ ○

(سُورۃُ النّحل ۔ آیت ۸۹)

ہر شے کی وضاحت کرتی ہے۔

مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ○

(سُورۃُ الزُّمر ۔ آیت ۲۷، سُورۃُ الرُّوم ۔ آیت ۵۸)

ہر طرح کی مثال دیتی ہے

اَوَلَمۡ یَکۡفِہِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ ○

(سُورۃُ العنکبوت ۔ آیت ۵۱)

کیا اُن کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کردی ہے۔

غلام اور لونڈیاں

قرآنِ کریم نے رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ بتایا کہ:

وَیَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ ○

(سُورۃُ الاعراف ۔ آیت ۱۵۷)

وہ (نسلِ انسانی کے) بوجھ اور گردنوں کے طوق کو اُتار پھینکیں گے، جس میں لوگ دبے ہوئے تھے۔

مذہبی پیشوائیت نے اِس واضح مقصدِ دین کے بالکل برخلاف غلاموں اور لونڈیوں کا خودساختہ جواز بنالیا۔

المزمل

القرآن نے رسول ﷺ کو 'المزمل' کہہ کر پکارا ہے۔ اِس لفظ کے ایک

معنیٰ تو کپڑوں میں لپٹ جانے والے یا ذِمہ داریوں سے تغافل اور کوتاہی برتنے والے کے ہیں، اور اِسی لفظ کے دُوسرے معنیٰ ہیں 'بہترین اور متوازن رفیقِ سفر بنانے والے' کے ہیں جو آسانیوں اور مشکلات میں ہمیشہ بہترین ساتھی ثابت ہوں۔ مُسلم قوم کے مذہبی پیشوایان نے 'المزمل' کے معنیٰ 'کمبل اوڑھنے والے' کے کر دیئے اور بُلند ترین تصوّر کو چھوڑ دیا جس کے مطابق 'المزمل' کسی کاروان کا وہ قاید ہوتا ہے جو منزل تک پہنچنے کے لئے بہترین رُفقائے سفر کا اِنتخاب کرے۔

المدثر

القُرآن نے رسولِ اکرم ﷺ کو 'المدثر' بھی کہہ کر پکارا ہے، جس کے ایک معنیٰ تو کپڑا اوڑھنے والے کے ہیں اور دُوسرے معنیٰ مُعاملات کو سنوارنے والے کے ہیں، یا ایسی ہستی جو خزاں دیدہ چمن میں بہار لانے کا مُوجب بن جائے۔ مُسلم قوم کے مذہبی پیشواؤں نے 'المدثر' کے معنیٰ کپڑا اوڑھنے والے کے کر دیئے اور بُلند تصوّر کو چھوڑ دیا جس کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ ایک ایسے رہبر اور ہادی کی صورت میں نظر آتے ہیں جو دُنیائے اِنسانیت کو ایک لڑی میں پرو دینے والی ہو جس کے نتیجے میں خزاں رسیدہ چمنِ اِنسانیت میں بہار لہلہا اُٹھے۔ بقول علامہ اِقبالؒ

نگاہ بُلند، سُخن دِلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

سیرتِ رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کی بلندیٔ کردار کی شہادت قرآنِ کریم میں اِن الفاظ میں دی ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴

(سورۃ القلم۔ آیت ۴)

بلاشبہ آپ (ﷺ) کردار (خلق) کی عظیم ترین بلندی پر ہیں۔

مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے بارے میں ایسے ایسے افسانے تراشے کہ اِن افسانوں کی بنیاد پر 'رنگیلا رسول' اور 'شیطانی آیات' جیسی بدنام زمانہ کتابیں لکھی گئیں۔ ایسی کتابوں کے لئے مواد کا کام مُسلم قوم میں موجود "غیر از قرآن" کتب نے ہی سرانجام دیا۔

عشقِ رسول ﷺ کا افسانہ

القرآن نے کہا کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَا۠ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۴۴)

اور محمد (ﷺ) سوائے ایک رسول کے اور کیا ہیں؟ اِن سے قبل بہت سے رسول گزر چکے، تو اگر اُن کا اِنتقال ہو جائے یا وہ قتل ہی ہو جائیں تو کیا تم

اُلٹے پھر جاؤ گے؟ جو شخص اپنی پچھلی روش پر لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کیا نقصان کر سکتا ہے؟ اللہ شاکرین کو جلد ہی جزا دے گا۔

مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے عشقِ رسول ﷺ کا عقیدہ تراش لیا۔ دین کے اس بنیادی مقصد کو جو القرآن نے بتایا تھا، اور جو کہ رسول ﷺ کا مشن تھا، اس کو پسِ پشت ڈال کر جنّت کے حصول کا ذریعہ صرف اور صرف عشقِ رسول ﷺ بنا لیا۔ اور عشق بھی خون دینے والے 'مجنوں' کا نہیں بلکہ دودھ پینے والے 'نقلی قیس' کا۔ تن آسان، بڑھی ہوئی توند، مرغن غذائیں کھانے والے، اونچے محل نما مکانوں میں رہنے والے، بزدل، کم ہمت، اُمّت کا شیرازہ بکھیرنے والے، اور دعویٰ عشقِ رسول ﷺ کا!!

اَلقرآن نے جنّت کے حصول کے بارے میں کہا ہے کہ:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۱۴)

کیا تم اس گمان میں ہو کہ یونہی جنّت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر ایسا وقت آیا ہی نہیں جیسا تم سے پہلے لوگوں پر آیا تھا، ان پر ایسی زلزلہ انگیز تنگی اور سختی واقع ہوئی تھی کہ اُس وقت رسول اور ان کے ایمان والے ساتھی پکار اُٹھے تھے کہ اللہ کی مدد کہاں ہے! جان رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

الاختتامیہ

مُسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے ''اَلقُرآن'' اور ''اُسوہ حسنہ'' کے ساتھ جس جس طرح بددیانتی کی ہے اُن سب کا مکمل اِحاطہ کرنے کے لئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے ہم نے محض اجمالی طور پر چند بنیادی پہلوؤں پر ہی نظر ڈالی ہے، کیوں کہ ہمارے پیشِ نظر صرف اُن اسباب کا جائزہ لینا ہے جن کی وجہ سے مُسلم قوم ذِلت اور پستی کا شکار ہے......

ہم بلاخوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ اگر مُسلم قوم نے ''اَلدِّینُ الاِسلام'' کی اِن دو بنیادوں کو اپنا لائحہ عمل بنائے رکھا ہوتا تو اللہ کے قوانین کے مطابق کوئی وجہ نہ تھی کہ اُن کو دُنیا میں دیگر قوموں پر برتری اور سرفرازی نہ ملتی، اور آخرت میں اُن کا مقام بُلند نہ ہوتا .... حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اِس ''اَلدِّینُ الاِسلام'' کی خود مُحافظت کی ہے تاکہ اُس میں خارجی عناصر کی آمیزش نہ ہو پائے۔ اللہ کے احکام مکمل و مُفصّل طور پر ''اَلقُرآن'' میں محفوظ ہیں، اور رسول ﷺ کا اُسوہ حسنہ بھی اِسی اَلقرآن میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہماری مذہبی پیشوائیت اللہ کے احکام کو فقہ کی کتابوں میں اور ''اُسوہ حسنہ'' کو سوانح حیات کی کتابوں میں تلاش کرتی ہے اور اُنہی پر اِصرار کرتی ہے۔ اِنہی وجوہ کی بناء پر اُن میں فرقوں پر فرقے بنتے چلے جاتے ہیں اور ہر فرقہ مذہبی جنون کی شکل اختیار کر کے دُوسروں سے دست و گریباں رہتا ہے۔ چُنانچہ مُسلم قوم کی صُورتِ حال کی مثال یوں دی جاسکتی ہے جس طرح ایٹمی اِنشقاق کے عمل میں

صِرف پہلے ایٹم کے ٹوٹنے کی دیر ہوتی ہے اِس کے بعد اِتنی توانائی ایک زنجیر کی صُورت میں تیزی سے خارِج ہونے لگتی ہے جو بقایا ایٹموں کو خُود بخُود توڑنا شرُوع کر دیتی ہے۔ اِسی طرح مُسلم قوم کے ٹوٹ پھوٹ اور زوال کا عمل بھی جاری ہے......اَلقرآن نے اِس کو یوں بیان کیا ہے......

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

(سُورۃ الحج۔ آیت ۳۱)

تو جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اُس کی مِثال یُوں ہے کہ جیسے وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اُس کی بوٹیاں نوچ لیں، یا اُس کو ہوا نے دُور دراز مقام پر جا پھینکا۔

اِس طرح جب اَلقرآن کو ''مہجور'' بنا دیا گیا اور رسُول اللہ ﷺ کی خُود تصوّراتی تشکیل کر لی گئی، وہ بھی اِس انداز میں کہ ہر فِرقے اور ہر گروہ کا رسُول (ﷺ) الگ الگ دِکھائی دیتا ہے، تو ذِلت و خوارِی، پستی اور محکومِی کے باقِی ماندہ اَسباب تو از خُود مُہیا ہوتے چلے گئے۔ مِلت کی تقسیم در تقسیم ہوتی چلی گئی اور ہنوز ہوتی چلی جا رہی ہے۔ فِرقوں پر فِرقے، سیاسی فِرقے، مذہبی فِرقے، فِقہوں کا ہجوم، اہلِ طریقت کے دیو مالائی فلسفے، تقلیدِ آباء کی دُھن، ہر گروہ اپنے حال میں مست تیزی سے نیچے ہی نیچے لڑھکتا چلا جا رہا ہے۔ ہر آستانے سے، ہر بارگاہ سے، ہر عبادت خانے سے ایک ہی صدا سُنائی دیتی ہے۔

بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ

لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

(سُورۃُ البقرہ۔ آیت ۱۷۰)

بلکہ ہم تو اِسی پر کاربند رہیں گے جس پر ہمارے بزرگ رہے ہیں، خواہ اُن کے بزرگ عقل سے عاری اور ہدایت سے بے بہرہ ہی کیوں نہ رہے ہوں۔

اور یہ کہ:

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

(سُورۃُ المآئدہ۔ آیت ۱۰۴)

ہمارے لئے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو چلتے ہوئے دیکھا ہے، خواہ اُن کے بزرگ نہ تو کسی بات کا علم رکھتے رہے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پر رہے ہوں۔

القرآن واضح اور دوٹوک الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ بزرگوں کی تقلید کی کوئی سند نہیں:

قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

(سُورۃُ الاعراف۔ آیت ۲۸)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اِسی طریقے پر دیکھا ہے چنانچہ لازماً اللہ نے بھی یہی حکم دیا ہوگا، کہہ دو کہ اللہ ہرگز فحشا کا حکم نہیں دیتا، کیا یہ لوگ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کرتے ہیں جس کا انہیں علم ہی نہیں ہوا کرتا۔

قرآنِ کریم نے کبھی تقلید کو مستحسن عمل قرار نہیں دیا، بلکہ وہ اپنی دعوت بصیرت کی بنیاد پر دیتا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

(سورۃ یوسف۔ آیت ۱۰۸)

کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف "علیٰ بصیرۃ" بلاتا ہوں، میں بھی اور جو میری اتباع کرتے ہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم کا واضح اعلان ہے کہ:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا ۝۳۶

(سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۶)

بلاشبہ سماعت، بصارت اور محسوسات ہر چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

چنانچہ القرآن کا مطالبہ ہے کہ علم و عقل کے ان ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے اللہ کے عطا کردہ ضابطہ حیات پر غور و فکر کیا جائے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۴

(سورۃ النحل۔ آیت ۴۴)

اور ہم نے اس "ذِکر" کو تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو واضح طور پر بتا دو کہ ان کے لئے کیا کچھ نازل ہوا ہے اور تاکہ وہ لوگ اس پر غور و فکر کرسکیں۔

دُوسرے مقام پر اِرشادِ الٰہی ہے کہ:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

(سُورۃُ مُحمّد۔ آیت ۲۴)

تو کیا یہ لوگ اَلقرآن میں تدبّر نہیں کرتے یا اُن کے دِلوں پر تالے پڑے ہُوئے ہیں۔

اَلقرآن اَپنے ماننے والوں کی ایک اَیسی عَلامت بیاَن کرتا ہے جس کی مِثال دُنیا کی اور کوئی کِتاب، مَذہب یا نظریہ نہیں پیش کر سَکتا:

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾

(سُورۃُ الفُرقان۔ آیت ۷۳)

اُور یہ لوگ اَیسے ہیں کہ جب اُن کے سامنے اُن کے رَب کی آیات پیش کی جاتی ہیں تو وہ اُن پر بھی اَندھے اَور بہرے بَن کر گِر نہیں پڑتے۔

تمام دَلائل و براہین بیاَن کرنے کے بَعد اَلقرآن اِعلاَن کرتا ہے کہ:

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

(سُورۃُ العَنکبُوت۔ آیت ۵۱)

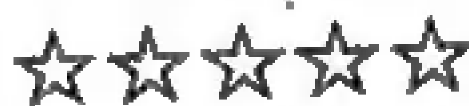
کیا اُن لوگوں کے لئے کَافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کِتاب نازِل کی ہے جو اُن پر تِلاوت کی جاتی ہے، بِلا شُبہ اِس میں اُس قوم کے لئے رَحمت اَور نَصیحت ہے جو اِیماَن والی ہے۔

اگر آج بھی مُسلِم قوم حضرت عُمرؓ کا وہ جذبہ اِیمانی لے کر اُٹھ کھڑی ہو جس کے تحت اُنہوں نے فرمایا تھا کہ حَسْبُنَا کِتٰبُ اللّٰہ (ہمارے لئے اللہ کی کِتاب ہی کافِی ہے) تو کوئی سبب نہیں کہ اُن کو حیاتِ ارضی میں بھی کامیابیاں اور کامرانیاں ملیں اور آنے والی زِندگی میں بھی وہ فوز و فلاح پائیں۔ کیُونکہ اَلقرآن کا وعدہ ہے کہ یہ مُکمّل خیر ہے اور اِس پر اِیمان لانے والوں کی دُنیا اور آخرت حسین ہو جاتی ہے......

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۝

(سُورۃُ النّحل۔ آیت ۳۰)

جو لوگ حُسن کارانہ اَعمال سرانجام دیتے ہیں اُن کی موجودہ دُنیا بھی حسین ہو جاتی ہے اور آخرت بھی بہترین ہو جاتی ہے۔



آخر میں اللہ تعالیٰ سے میری دُعاء ہے کہ
وہ اِس کِتابچہ سے اُمّتِ مُسلِمہ کو اَور طَالِبینِ
عُلومِ شَرِیعت کو نفَع پُہنچائے اَور مَیں اِبتَداء
میں بھی اَور خَاتِمہ پر بھی رَبُّ العِزّت کی
حمد کرتا ہُوں اَور اُس کے بندے، رَسُول،
پَیغمبر اَور آخِری نَبی صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر اللہ
اَپنی رَحمتیں اَور سلامتی نازِل فرمائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَینَا اِلاَّ البَلٰغُ المُبِین.

اَحسَن عبَّاس